عرس کی شرعی حیثیت

یعنی

مروجہ عرس کا تحقیقی جائزہ

قبروں پر میلے لگانا،قوالی،مشاعرہ،گانا،باجا،رقص وسرود کی محفلیں،چادریں چڑھانا،
سجدے کرنا،طواف کرنا،چراغاں کرنا،منتیں ماننا،نذرونیاز پیش کرنا،مرادیں مانگنا،
لنگر کھانا،قبرستان جانے کا مقصد اور عورتوں کے قبرستان جانے وغیرہ کے شرعی احکام

مفتی محمد قاسم اوجھاری

ناشر:
اسلامی مرکز تحقیق واشاعت،اوجھاری،ضلع امروہہ،یوپی،انڈیا

تفصیلات

نام کتاب: عرس کی شرعی حیثیت
مرتب: محمد قاسم اوجھاری
صفحات: ۸۵
سن اشاعت: جولائی ۲۰۱۹ء ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ
ناشر: اسلامی مرکز تحقیق واشاعت، اوجھاری، ضلع امروہہ، یوپی، انڈیا

Published By:
islamic Research & Publication's Center
Ujhari, District Amroha, UP, India (244242)

Email: Qasimujhari1@gmail.com Qasimujhari@yahoo.com
Mobile: 9719452901

فہرست

مقدمہ

الحمد لأھلہ والصلوۃ علٰی أھلھا۔ أمّا بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اور نفسِ انسانی میں فجور اور تقویٰ دونوں کا الہام کیا یعنی نفسِ انسانی کی تخلیق میں حق تعالیٰ نے گناہ اور طاعت دونوں کے مادّے اور استعداد رکھی ہے۔ پھر انسان کو ایک خاص قسم کا اختیار اور قدرت دی ہے کہ وہ اپنے اس قصد واختیار سے طاعت کے راستے پر چلے یا گناہ کی راہ اختیار کرلے۔ جب وہ اپنے قصد واختیار سے ان میں سے کوئی ایک راہ اختیار کرے گا تو اسی اعتبار سے اس پر اجر مرتب ہوگا۔ حق تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے نفسِ انسانی کو راہِ راست پر چلانے کے لیے بڑی رہنمائی کی۔ عقل وشعور سے نوازا۔ انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، کتابیں نازل کیں۔ تاکہ انسان گناہ، فسق وفجور والا راستہ چھوڑ کر طاعت وعبادت والا راستہ اختیار کرے، نفسِ انسانی کی کامیابی وکامرانی طاعت وعبادت والے راستے ہی میں مضمر ہے۔

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک جب بھی انسانوں میں بدعقیدگیاں، بداعمالیاں، فسق وفجور اور گمراہی پھیلی، تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے انسانی دنیا کے حالات پر جب نظر

ڈالی جاتی ہے تو پوری انسانی دنیا بڑے نازک حالات میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے؛ کیونکہ زمانۂ نبوت بہت دُور چلا گیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آئے ہوئے تقریباً چھ سوسال گزر چکے تھے، پوری انسانی دنیا گمراہی کے دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ کفر و شرک کا دَور دَورہ تھا، بت پرستی، قبر پرستی اپنے عروج پر تھی، بتوں کو سجدے، آگ کی پوجا، بتوں کی عبادت، ان سے منتیں ماننا، اپنی ضرورتیں ان کے سامنے بیان کر کے حاجت روائی کی درخواست کرنا، ان کے آگے نذر و نیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا، ان سے اولاد کا سوال کرنا، غرض ہر قسم کی بداعمالیاں، بدعقیدگیاں اور مشرکانہ اعمال لوگوں میں پھیل چکے تھے، لوگ حق تعالیٰ کو بالکل بھول چکے تھے، خالقِ حقیقی کا تصور انسانی ذہنوں سے ختم ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے گھٹاٹوپ ماحول اور گمراہیت کی اس تاریک دنیا میں ربِّ کائنات نے سابقہ معمول کے مطابق انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، تاکہ آپ انسانوں کو ایک اللہ کی طرف بلائیں اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کریں۔ بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہی ہے کہ گمراہی میں پھنسے لوگوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی جائے، جب آپ ہدایت کا پیغام لے کر دنیا میں آئے تو تھوڑے ہی عرصے میں پورے جزیرۃ العرب اور دنیا کے دوسرے حصوں میں آپ کا لایا ہوا دینِ حق پھیلتا چلا گیا، ہدایت کی ہوائیں بہت تیزی کے ساتھ چلیں، بندگانِ خدا کفر و شرک چھوڑ کر دینِ حق قبول کرنے لگے، دنیا سے بت پرستی اور قبر پرستی وغیرہ گمراہیوں کا خاتمہ ہونے لگا۔ انسان اپنے خالقِ حقیقی کو پہچاننے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانوں کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی

ذمہ داری علماءِ ربانیین پر ڈالی گئی ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی و رسول آنے والا نہیں ہے؛ چنانچہ جب بھی انسانوں میں گمراہیت، بدعقیدگیاں، فسق و فجور اور بداعمالیاں پھیلیں، علماءِ امت نے اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے انسانوں کی سیدھی راستے کی طرف رہنمائی کی۔

یہ حقیقت ہے کہ تمدن و معاشرت کا ایک فطری اُصول یہ بھی ہے کہ جب مختلف تہذیبوں کا امتزاج ہوتا ہے تو غیر شعوری طور پر ایک تہذیب دوسری تہذیب کو متأثر کرتی ہے، جو قوم اپنے تہذیبی خصائص کا اہتمام نہیں کرتی، وہ دوسری تہذیب سے بہت جلد متأثر ہوجاتی ہے اور اپنے بہت سے امتیاز و اوصاف کھو بیٹھتی ہے۔ مسلمانوں میں جب بھی ایمانی جذبہ برقرار رہا وہ دوسری تہذیبوں پر اثر انداز ہوتے رہے اور جب بھی ایمانی حرارت ٹھنڈی پڑی اور ان میں من حیث القوم اپنے خصائص و تہذیب کے تحفظ کا ولولہ نہ رہا تو وہ دوسری قوموں اور تہذیبوں سے متأثر ہوگئے، غیروں کے اعمال اپنانے لگے اور غیروں کے رسوم و رواج کو دینی حیثیت دینے لگے، بلکہ انہی کو دین سمجھ بیٹھے؛ آج مسلمانوں میں جو بدعات وخرافات اور غلط قسم کے رسوم و رواج پائے جاتے ہیں وہ سب غیر مسلموں سے ہی آئے ہوئے ہیں۔ اور نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ غیروں کو دیکھ کر کچھ ایسے اعمال بھی مسلمان کرنے لگے ہیں جو کفر و شرک تک پہنچادیتے ہیں۔ مثلاً غیر مسلم بتوں کی عبادت، ان کو سجدے، ان کے سامنے چڑھاوے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ اور ان ہی کو خدا سمجھتے ہیں۔ آج جاہل مسلمان بھی اولیاء اللہ کے مزارات پر یہ سب اعمال کرنے لگے۔ قبروں پر سجدے، چڑھاوے، نذر و نیاز، اہلِ قبور سے مرادیں مانگنا اور ان کو متصرف فی الکائنات سمجھنے لگے، عرس کے نام پر ان کے مزارات پر میلے لگانے لگے اور نعوذ باللہ شریعت کی تمام

حدود پار کر کے کھیل کود، ناچ گانے اور تماشوں کی محفلیں اولیاء اللہ کے مزارات پر منعقد کی جانے لگیں۔

یہ حقیقت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار کی جوصورتِ حال تھی آج مسلم قوم کی بھی وہی حالت ہوچکی ہے۔ آج کل کے ان جاہل مسلمانوں اور قبر پرستوں کا حال وہی ہو چکا ہے جو مشرکینِ عرب کا تھا۔ جس طرح مشرکینِ عرب بتوں کے نام پر منتیں مانتے تھے، ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کر کے سجدے کرتے تھے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے، آج جاہل مسلمان بھی اولیاء اللہ کے مزارات پر یہ سب اعمال کرنے لگے، اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر میں اس طرح فرماتے ہیں:

وإن كنت غير مهتد في تصوير حال المشركين عقائدهم وأعمالهم فانظر إلٰى حال المحترقين من أهل عصرنا لاسيّما الّذين يقطنون منهم بأطراف دار الإسلام ماهي تصوراتهم عن الولاية فمع أنهم يعترفون بولاية الأولياء المتقدمين يرون وجود الأولياء في هٰذا العصر من قبيل المستحيلات ويذهبون إلى القبور والعتبات ويرتكبون أنواعا من الشرك۔ (الفوز الکبیر)

ترجمہ: اگر تم کو مشرکین کے احوال، اعمال وعقائد کی تصویر میں کچھ توقف ہو تو اس زمانے کے عوام اور جاہلوں کا حال دیکھ لو۔ خصوصاً ان کو جو دارالاسلام (دہلی) کے اطراف میں رہتے ہیں کہ وہ ولایت کو کیا خیال کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ پہلے اولیاء کی ولایت کا اعتراف کرتے ہیں، اس زمانہ میں اولیاء کے وجود کو از قبیل محال سمجھتے ہیں۔ اور وہ قبروں اور آستانوں کی طرف جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے شرکیہ

کام کرتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں بت پرستی دراصل اولیاء پرستی ہی تھی، مشرکین مکہ کے بت اولیاءاوراپنے آباواجداد کی صورتوں پر ہی مشتمل تھے، قرآنِ کریم نے صاف طور پر اِس کا رَدکیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی بت پرستی کو مٹانے کے لیے تشریف لائے تھے، اسلام کی اساس بت پرستی کے خاتمہ پر ہی قائم ہوئی؛ لیکن بدقسمتی سے اسی بت پرستی کو آج کے کچھ مسلمانوں نے اولیاء کی عقیدت ومحبت کا نام دے کر اپنے دین کا حصہ بنالیا، گویا کہ آج اسلام کے کچھ نام لیواؤں نے مشرکین کے اعمال مستعار لے لیے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ وہ مشرک وکافر ہیں اور یہ کفروشرک کرکے بھی مسلمان ہیں۔امتِ مسلمہ کی اِسی زبوں حالی کا بڑے دردناک انداز میں الطاف حسین حالؔی نے اِس طرح رونارویا ہے:

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر ❖ جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر ❖ جھکے آگ پر بہرسجدہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں ❖ پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
اماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں ❖ نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ❖ شہیدوں سے جاجاکے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے ❖ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ❖ ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں ❖ وہ بدلا گیا آکے ھندوستاں میں
ہمیشہ سے تھا جس پہ اسلام نازاں ❖ وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

آج کے دَور کا ایک بڑا فتنہ عرس کے نام پر لگنے والے میلے ہیں، جہاں کفرو

شرک کے ارتکاب کے ساتھ تمام قسم کی بے حیائیاں اور بدکاریاں کی جاتی ہیں۔ گویا آج کے یہ میلے بے حیائی، جنسی آوارگی اور زناء کے اڈّے بھی بن چکے ہیں۔ کون سی ایسی بدکاری ہے جو ان میلوں میں نہیں ہوتی؟ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ مزاروں کی مجاوری کے نام پر عوام کو گمراہ کرنے والے لوگوں اور عرس کمیٹیوں نے ان میلوں کو اپنا دھندا اور کاروبار بنا رکھا ہے، ان کی پرورش اور پیٹ پوجا انہی میلوں سے ہوتی ہے۔ ان میلوں کا خاتمہ کرانے کے بجائے ہر سال ان کو مزید فروغ دیا جا رہا ہے، امت کی گمراہی اور تباہی کے تمام اسباب مہیا کیے جا رہے ہیں۔ ایسے حالات میں علماءِ امت اور اربابِ حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے اس قسم کے میلوں کا جڑ سے خاتمہ کرائیں۔

زیرِ نظر کتاب میں عرس کے نام پر لگنے والے میلوں کی شرعی حیثیت، ان کا تحقیقی جائزہ اور اس موقع پر ہونے والی فحاشی و بے حیائی، شرکیہ اعمال اور بدعات وخرافات کو واضح کیا گیا ہے؛ تمام احکام ومسائل کو قرآن و حدیث اور فقہاء ومحدثین کی عبارتوں کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے، اور اس کتاب کو امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد قاسم اوجھاری

عرس کی تاریخ، ابتدا اور حقیقت

لفظ عرس عین کے زبر اور پیش دونوں کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں شادی اور خوشی کی تقریبات (القاموس المحیط ۷/۱۸) پھر یہ لفظ ایک خاص اصطلاح میں رائج ہو گیا، یعنی کسی بزرگ کی قبر پر ایک معین تاریخ میں جمع ہونا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا عرس کہلانے لگا۔ غالباً شروع میں اس اجتماع کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ ایک بزرگ کے متوسلین ایک خاص تاریخ پر باہمی تذکیر، اصلاح اور تزکیہ کے لیے اکٹھا ہو جائیں اور خود اپنے اور اپنے شیخ کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ پھر زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ اس اجتماع میں مختلف لہو و لعب اور شرعی ممنوعات کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ قبروں پر چڑھاوے چڑھنے لگے، اہلِ قبور سے مرادیں مانگی جانے لگیں، میلے لگنے لگے، مشاعرے اور قوالیاں ہونے لگیں اور نعوذ باللہ شریعت کی تمام حدود پار کر کے ناچ، گانے اور تماشے ہونے لگے۔ اور بزرگوں کے نام پر تمام قسم کی بے حیائیاں ہونے لگیں۔ جس اجتماع کا آغاز تذکیر و اصلاح کی بنیاد پر ہوا تھا نتیجتاً وہ فسق و فجور اور گناہ و معصیت کا مرکز بن کر رہ گیا۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ۳۸۱/۴)

آج کے دَور میں کسی بھی انسان کے مرجانے کے بعد یا تو اس کی برسی منائی جاتی ہے یا عرس منایا جاتا ہے۔ دینِ اسلام میں نہ برسی کا تصور ہے اور نہ عرس کا۔ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی کبھی بھی نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برسی منائی، نہ عرس منایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی یہ چیزیں موجود نہ تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا دَور آیا، اس مبارک دَور میں بھی کوئی برسی، کوئی عرس نہیں منایا گیا۔ پھر ائمہ اربعہ، سلف صالحین کا زمانہ آتا ہے، اس زمانہ میں بھی کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی نے کسی کا عرس منایا ہو یا برسی منائی ہو۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں چھ سو سال گزرنے کے بعد یہ رسمِ بد ایجاد ہوئی۔ عرس کی رسم ایجاد کرنے والے اصلاً عیسائی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی اس رسم سے متأثر ہو کر اپنے اولیاء اور بزرگوں کی قبروں پر میلے لگانے شروع کر دیئے، ابتدا میں خرافات کم تھیں، پھر زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ ان میلوں میں بدعات وخرافات اور تمام قسم کی بے حیائیاں ہونے لگیں، میوزک، گانے، میوزک اور ڈھول تاشوں کے ساتھ قوالیاں، بچوں، مردوں اور عورتوں کا رقص وسرود ان میلوں کا اہم حصہ بن گیا؛ اور رنگ وراگ نے اپنا اتنا اثر دکھایا کہ یہ عرس کے میلے فحاشی اور زناء کے اَڈّے بھی بن گئے؛ بے پردگی، عورتوں اور مردوں کا اختلاط، غیر اللہ کی پکاریں، غیر اللہ کے نام پر نذر ونیاز، قبروں کو سجدے، ان پر چڑھاوے اور تمام قسم کی بے حیائیاں اور بدکاریاں ان میلوں کی زیب وزینت بن گئیں اور گویا انہی کے مجموعہ کو عرس سمجھا جانے لگا۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل کے ان میلوں میں بدعات وخرافات کے ساتھ کفر وشرک، فواحش ومنکرات اور بے شمار معاصی بھی شامل ہو گئے ہیں اور ہر سال ان میں تیز رفتار ترقی ہی ہوتی جا رہی ہے، کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ قبرستان

جیسی مقدس اور پاکیزہ جگہ میں کھیل کود، ناچ، گانے، تماشے اور نوٹنکیاں ہورہی ہیں۔ سرکس چل رہے ہیں۔ طوائفوں کا رقص وسرود ہورہا ہے، چرس اور گانجوں کی محفلیں چل رہی ہیں، جوے کھیلے جارہے ہیں، میوزک کی تھاپوں پر قوالیاں گائی جارہی ہیں۔ ڈھول، تاشے، نقارے اور شہنائیاں بج رہی ہیں، درگاہ کو معبود ومقصود بنائے ہوئے اس پر نذر ونیاز چڑھائی جارہی ہیں۔ کچھ لوگ قبروں کا طواف کررہے ہیں، کچھ سجدے کررہے ہیں۔ کچھ دعائیں مانگ رہے ہیں، کچھ مشکلیں حل کروا رہے ہیں۔ کچھ حاجتیں پیش کررہے ہیں، مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط اور ہجوم ہوتا ہے، حیاباختہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں عشق بازیاں کرتے ہیں، جنسی آوارگی اپنے عروج پر ہوتی ہے اور نہ جانے کتنا طوفان بدتمیزی ہوتا ہے۔ اللہ اکبر! ایک عجیب منظر ہوتا ہے، جسے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجائیں، دل پھٹ جائیں، زبانیں گنگ اور آنکھیں پتھرا جائیں کہ قبرستان جیسی مقدس اور پاکیزہ جگہ میں شریعت کے احکام کی کس طرح برملا دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔ ڈر لگتا ہے کہ کہیں عذابِ خداوندی نازل نہ ہوجائے۔

معاف کیجیے گا! آج اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس کے نام پر لگنے والے یہ میلے بزرگوں سے عقیدت نہیں، بلکہ کفر وشرک، بدعات وخرافات، معاصی ومنکرات، فحاشی وبے حیائی، جنسی آوارگی اور زنا کے اڈّے بن چکے ہیں۔ کونسی ایسی بدکاری ہے جو ان میلوں میں نہیں ہوتی؟ یاد رکھیں: بزرگوں کے نام پر ایسی بدکاریاں اور بے حیائیاں کرنا ان کی توہین اور تذلیل ہے۔ قبل اس کے کہ مزید دیر ہو اور ہمارا یہ عمل کہیں عذاب کی شکل اختیار نہ کرلے، ہمیں اِس فتنہ کا فوراً سدِّ باب کردینا چاہیے اور اس بُرائی کا جڑ سے خاتمہ کردینا چاہیے؛ ورنہ آنے والی نسل ایسے تاریک ماحول میں آنکھیں کھولے گی، جہاں خالقِ حقیقی کا تصور ہی نہیں ہوگا۔ اہلِ قبور ہی سب کچھ ہوں گے،

اور اس طرح ہماری یہ غلطیاں نسلوں کی تباہی کا سبب بنیں گی؛ اللہ ہمیں معاف کرے۔

عرس کا شرعی حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا (مشکوٰۃ ۸۶) میری قبر کو جشن گاہ مت بناؤ۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اِس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

لَاتَجْتَمِعُوْا لِزِيَارَتِهٖ اجتماعكم لِلْعِيْدِ فَإِنَّهٗ يَوْم لَهو و سرور وحال الزيارة بخلافه وكان دأب أهل الكتاب فاورثهم القسوة۔ (مجمع بحار الانوار ۳/۱۳/۷)

روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے عید کی طرح مت جمع ہوؤ؛ کیونکہ عید تو کھیل اور خوشی کا دن ہے اور زیارتِ قبر کا حال اس کے برخلاف ہے اور عید کی طرح قبروں پر جمع ہونا اہلِ کتاب کا شیوہ تھا جس کی وجہ سے ان کے دل سخت ہوگئے (اور رقت قلب جو زیارتِ قبور کا مقصد تھا فوت ہوگیا)

مذکورہ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں:

نهاهم عن الاجتماع لها اجتماعهم للعيد نزهة وزينة وكانت اليهود والنصارىٰ تفعل ذلك بقبور أنبيائهم فاورثتهم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (قبر پر) عید کی طرح تفریح اور زینت کے انداز میں اجتماع سے منع فرمایا اور یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں پر یہ حرکتیں کرتے تھے جس کی بناء پر ان کے دلوں میں

الغفلة والقسوة۔ سختی اور غفلت غالب ہوگئی تھی۔

(شرح الطیبی، مرقاۃ المفاتیح ۱۰/۳)

حضرت شاہ ولی اللہ مذکورہ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَاتَجْعَلُوْا زِيَارَةَ قَبْرِيْ عِيْداً۔ أَقُوْلُ هٰذَا إشارة إلٰى سدّ مدخل التحريف كما فعل اليهود والنصاریٰ بقبور أنبيائهم وجعلوها عيدا أو موسما بمنزلة الحج۔
(حجۃ اللہ البالغہ ۲/۷۷۔ سلفیہ لاہور)

میری قبر کی زیارت کو جشن گاہ مت بناؤ۔ میں کہتا ہوں یہ اشارہ ہے تحریف کے دروازے کو بند کرنے کی طرف جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ کیا، انہوں نے قبروں کو جشن گاہ اور حج کی طرح اجتماع گاہ بنالیا۔

مشہور حنفی عالم علّامہ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مجالس الابرار'' میں لکھتے ہیں:

ونهى عن اتخاذها عيدا وهم يخالفونه ويتخذونها عيدا و يجتمعون لها كمايجتمعون للعيدأوأكثر۔
(مجالس الابرار ۱۱۸/۷)

شریعت نے قبروں کو جشن گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور حال یہ ہے کہ لوگ شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور قبروں کو عید بناتے ہیں اور مزاروں پر لوگ اس طرح جمع ہوتے ہیں جیسے عید کے لیے اکٹھا ہوتے ہیں؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

لايجوز مايفعله الجهال لقبور الأنبياء والشهداء من

جاہل لوگ اولیاء اور شہداء کی قبروں کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں، وہ سب ناجائز

السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونه عرسا۔
(تفسیر مظهری ٢/٦٥)

ہے۔یعنی قبروں کو سجدہ کرنا، ان کے گرد گھومنا، ان پر چراغ رکھنا، ان کو سجدہ گاہ بنانا، میلوں کی طرح ایک سال کے بعد جمع ہونا جس کو لوگ عرس کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن أعظم البدع ما اخترعوا في أمر القبور واتخذوها عيدا۔
(تفهيمات الٰهيه: ٢/٦٤)

اور عظیم بدعات میں سے وہ ہیں جو ان بدعتیوں نے قبروں کے معاملے میں اپنا رکھی ہیں اور انھوں نے قبروں کو خوشی اور میلے ٹھیلے کا مقام بنالیا ہے۔

تبلیغ الاحکام میں ہے:

وهٰذا الحول يسمونه أهل الهند عرسا و ما عرفت به اصلًا فإن العرس إنما يكون في الزواج ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلا عن المكروهات فإن أهل الهند لهم اليد الطولى -قاتلهم اللّٰه- فإنهم

ہندوستان کے لوگ اس برسی کو عرس کہتے ہیں اور مجھے اس کی کوئی دلیل نہیں ملی؛ کیونکہ عرس تو شادیوں میں ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ برسیاں اور عرس حرام چیزوں کے ارتکاب سے خالی نہیں ہوتے مکروہات تو دُور کی بات؛ کیونکہ ہندوستان کے لوگ ان چیزوں میں بہت آگے ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک کرے؛

يطوفون بقبر الولي الذي يعتقدون ويظنون أنه هو المتصرف في الكون۔	کیونکہ وہ اس ولی کی قبر کا طواف کرتے ہیں جس سے انہیں عقیدت ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی (ولی) کائنات میں تصرف کرنے والا بھی ہے۔

(تبلیغ الاحکام: ۸ مطبع خیریہ میرٹھ)

درج بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزاروں اور قبروں پر وقت اور تاریخ کی تعیین کے ساتھ عرس کے نام پر جو میلے لگائے جاتے ہیں وہ سب ممنوع، بدعت اور ناجائز ہیں۔

ایک تلخ حقیقت اور اس کا انجام

کس طرح لکھوں! مگر مجبوری کو کیا کہیئے! آج اسلام کے کچھ نام لیواؤں، مزارات پر رہنے والے مجاوروں، گدیوں پر بیٹھنے والے سجادہ نشینوں اور عرس کمیٹیوں نے ان عرسوں اور میلوں کو اپنا پیشہ اور دھندا بنا رکھا ہے، ان کی پیٹ پوجا ان ہی میلوں سے ہو رہی ہے۔ انہیں اپنی پیٹ پرستی کی تو فکر ہے، اپنے اور لوگوں کے عقیدے اور ایمان کی کوئی فکر نہیں ہے، لوگ ان میلوں کے ذریعہ گمراہی اور تباہی کے کس دہانے پر جا رہے ہیں اس کا کوئی احساس نہیں ہے، ان میلوں کے ذریعہ کس قدر گمراہیت، بدکاریاں اور بے حیائیاں عام ہو رہی ہیں، اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

یاد رکھیں! اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے، اس کی پکڑ سے کوئی بچنے والا نہیں ہے، وہ ان سب مناظر کو دیکھ رہا ہے، اس کی نظروں سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے؛ مزارات پر میلے لگوانے والے، ان میلوں کی حوصلہ افزائی کرنے والے، ان کو عروج بخشنے والے،

قبرستان جیسی مقدس جگہ میں طوائفوں کا رقص وسرود کروانے والے، فحاشی اور زنا کاری کا دروازہ کھولنے والے، کفر وشرک کی راہیں ہموار کرنے والے! یادرکھیں! اللہ کی پکڑ کبھی بھی آسکتی ہے، اس کا عذاب کبھی بھی نازل ہوسکتا ہے، اس کی پکڑ سے کوئی بچنے والانہیں ہے۔

قبر پرستوں سے سوال اور دعوتِ فکروعمل

اے قبر پرستو! آج جوتم قبروں پر میلے لگا رہے ہو، کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دے کر گئے تھے؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اس طرح کے میلے کبھی لگائے گئے؟ کیا صحابہ کرامؓ نے اس طرح کے میلے لگانے کا حکم دیا؟ کیا صحابہؓ کی قبروں پر یہ میلے لگائے گئے؟ کیا تابعین عظام، ائمہ کرام، سلف صالحین نے ان میلوں کے لگانے کا حکم دیا؟ کیا ان میں سے کسی کی قبر پر اس طرح کے میلے لگائے گئے؟ کیا اسلام میں اِس طرح کے میلوں کی اجازت ہے؟ حد ہوتی ہے انسانیت کی، حد ہوتی ہے جہالت کی، حد ہوتی ہے بے حیائیوں کی، حد ہوتی ہے مکاریوں کی، حد ہوتی ہے شرم وحیا کی۔

آج جن اولیاء اللہ کے مزاروں پر تم عرس اور میلے لگا رہے ہو کل قیامت کے دن یہ تمہارا گریبان پکڑیں گے، اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں تمہاری ان مکاریوں اور حرکتوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر بڑے بڑے پختہ مزار بنانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر بڑے بڑے گنبد اور قبے تعمیر کرنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں کو چومنا اور چاٹنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ

ہماری قبروں پر میلے لگانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہمارے نام پر عرس کرنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر عورتوں کے جن اور بھوت اُتروانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر ڈھول، تاشے اور نقّارے بجوانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر طوائفوں کا رقص وسرود کروانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر سرکس، نوٹنکیاں اور ڈرامے بازیاں کرنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر فانوس، چراغ، موم بتیاں اور اگر بتیاں جلانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں کو دھودھو کر برکت کے طور پر اس کا پانی پینا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر پھول اور پھولوں کی چادریں چڑھانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر چڑھاوے چڑھانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہمارے نام کی نذر و نیاز کرنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہم سے مرادیں مانگنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں کی مجاوی کے نام پر عوام کو گمراہ کرنا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری قبروں پر قوالیاں اور مشاعرے کرانا؟ ہم نے کب کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر ہم کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا؟ یہ ساری کی ساری باتیں حشر کے میدان میں کھل کر سامنے آئیں گی۔

آج جن اولیاء اللہ کی تم توہین اور تذلیل کر رہے ہو، کل قیامت کے میدان میں بارگاہ ربّ العالمین میں یہ کہیں گے کہ اے رب العالمین! ہم نے ان سے کبھی نہیں کہا تھا کہ ہم کو حاجت رَوا اور مشکل کشا سمجھنا، ہم نے ان سے کبھی نہیں کہا تھا کہ ہماری قبروں پر عرس اور فحاشی و بے حیائیوں کے میلے لگانا، ہم نے کبھی نہیں کہا تھا کہ ہماری قبروں پر کفر وشرک اور بدعتیں کرنا اور کروانا، ہمیں تو علم بھی نہیں کہ ان لوگوں نے کون کون سی اور کیسی کیسی ناجائز حرکتیں ہماری قبروں پر کی ہیں اور کروائی ہیں، اس وقت جواب دینا بھاری پڑ جائے گا۔

اے لوگو! آج ہی توبہ کرلو، اپنی ان حرکتوں سے باز آجاؤ، اولیاء کرام کی توہین اور تذلیل کرنا چھوڑ دو، ان کی قبروں پر میلے لگوانا چھوڑ دو، ان کی قبروں پر طوائفوں کو نچوانا چھوڑ دو، قبرستان جیسی مقدس اور پاکیزہ جگہ پر ڈرامے بازیاں، فحاشی و بے حیائیاں کرنا چھوڑ دو، اور تمام قسم کی خرافات سے باز آجاؤ، اللہ سے توبہ واستغفار کرلو؛ ورنہ قیامت کے دن سخت رسوائی کا سامنا ہوگا، ایک ایک چیز کا حساب لیا جائے گا۔

آج ہم نے عقل پر پردہ ڈال لیا ہے، ورنہ ہماری عقل بھی ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتی۔ ذرا سوچو! کل ہم اللہ کے سامنے کیا منھ دکھائیں گے، وہ اولیاء اللہ جن کی پوری زندگی اسلام کی خاطر، دین کی فکر اور اس کی جدوجہد میں گزری، آج ہم نے ان کے مزاروں کو کفر وشرک کا مرکز بنالیا ہے، وہ اولیاء اللہ جو خود بھی اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ سے مانگنے کی تعلیم دیتے تھے آج ہم نے ان ہی کے آگے ہاتھ پھیلانا اور انہی سے مانگنا شروع کردیا ہے، وہ اولیاء اللہ جو بدعات وخرافات کے خلاف سخت رویّہ رکھتے تھے اور پوری زندگی بدعات وخرافات کے قلع قمع میں گزاری، آج ہم نے ان کی قبروں پر تمام قسم کی بدعات وخرافات شروع کردی ہیں۔ وہ اولیاء اللہ جو پوری زندگی فحاشیوں، بے حیائیوں اور گانے، باجے کی تردید کرتے رہے، آج ہم نے ان کے مزاروں پر گانے باجے اور تمام قسم کی بے حیائیاں شروع کردی ہیں۔ ان کی قبروں پر طوائفوں کا رقص وسرود شروع کردیا ہے، ان کی آرام گاہوں کے ساتھ کھلواڑ شروع کردیا ہے، کس قدر گمراہیت اور بے غیرتی کی بات ہے!

آج اولیاء اللہ کے مزاروں پر دین کے ساتھ جتنا کھلواڑ کیا جارہا ہے، شاید کہیں ہو۔ قبرستان جیسی مقدس جگہ اور طوائفوں کا رقص وسرود؟ اللہ اکبر! اللہ کی پکڑ سے ڈرنا

چاہیے، اس کے عذاب کو یاد رکھنا چاہیے، عرس کمیٹیاں اور مزاروں پر بیٹھنے والے سجادہ نشیں اور مجاوروں سے عرض ہے کہ خدارا! اب بس کیجیے، بہت ہوگیا اب تماشہ، دین کے ساتھ اب مزید کھلواڑ مت کیجیے، اولیاء کے مزاروں پر بے حیائیوں اور فحاشیوں کے میلے اب مت لگائیے، ان اولیاء کرام کی توہین اور تذلیل مت کیجیے، اپنی حرکتوں سے باز آجایئے، اپنی اور دوسروں کی آخرت مت تباہ کیجیے۔ یاد رکھیں! اگر ہم اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہماری دنیا بھی برباد ہوگی اور آخرت میں بھی ہم رسوا ہوں گے۔

دین کو بدنام کرنے والی قوم اور اس کا انجام

آج کے دَور کا ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ آج کچھ لوگوں نے قبر پرستی کو ایسا دھندا اور کاروبار بنالیا ہے کہ جب چاہا، جہاں چاہا مزار بنالیا۔ پھر اس پر میلے، چڑھاوے، نذر و نیاز اور تمام خرافات شروع ہوگئیں۔ جاہل مسلمانوں کو اپنے پھندے میں پھنسالیا اور اس طرح اپنی مکاریوں سے اپنی پیٹ پوجا شروع کردی۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

ایک نصرانی پادری نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک پرندے کا چھوٹا سا بچہ جسے اُڑنے اور چلنے پھرنے کی طاقت نہیں ہے، ایک گھونسلے میں بیٹھا ہے، جب وہ اپنی کمزور اور پست آواز نکالتا ہے تو دوسرے پرندے اسے سن کر رحم کھا کر زیتون کا پھل اس کے گھونسلے میں لالا کر رکھ جاتے ہیں۔ اس پادری نے اسی صورت کا ایک پرندہ کسی چیز کا بنایا اور نیچے سے اس کو کھوکھلا رکھا اور ایک سوراخ اس کی چونچ کی طرف

رکھا جس کے ذریعہ ہَوا اس کے اندر گھستی تھی، پھر جب نکلتی تھی تو اسی طرح کی آواز اس سے پیدا ہوتی تھی، پھر اس پادری نے اس کو اپنے گرجا گھر میں ہَوا کے رُخ پر رکھ دیا۔ چھت میں ایک چھوٹا سوراخ کر دیا تا کہ ہوا پاس ہو۔ اب جب بھی ہوا چلتی تو اس بنائے ہوئے پرندے کے منھ سے ایک آواز سی نکلتی۔ تو اس قسم کے پرندے جمع ہو جاتے اور زیتون کے پھل لا لا کر رکھ جاتے۔ اس نصرانی پادری نے لوگوں میں شہرت اور چرچا کرنا شروع کر دیا کہ اس گرجا گھر میں یہ کرامت ہے، یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے اور یہ کرامت اسی کی ہے، لوگوں نے جب یہ اَنہونی عجیب سی بات دیکھی تو ان کا بھی اعتقاد جم گیا۔ اور وہاں خوب نذر و نیاز چڑھنے لگیں اور یہ کرامت دُور دُور تک مشہور ہو گئی؛ حالانکہ نہ کوئی کرامت تھی نہ کوئی معجزہ تھا، صرف ایک پوشیدہ اور ایک مکارانہ طریقہ تھا، جسے اس ملعون شخص نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اختیار کر رکھا تھا، اور ایک گمراہ فرقہ اس کی زَد میں آ گیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۱۵۹)

آج اسلام کے کچھ نام لیواؤں نے بھی اس طرح کے مکارانہ طریقے اختیار کر لیے ہیں، اپنی مکاریوں سے عوام کو گمراہ کر کے اپنا اُلّو سیدھا کر رہے ہیں۔ جہاں چاہا مزار نکال لیا اور اس کو کسی بابا کی طرف منسوب کر کے میلے اور عرس شروع کر دیے، اس طرح اپنی پیٹ پوجا کی راہیں ہموار کر لیں، اور عوام کے لیے کفر و شرک، فحاشی و بے حیائی کے دروازے کھول دیئے۔ کہتے ہیں کہ یہ فلاں پیر صاحب کا مزار نکلا ہے، انھوں نے ستاروں کو نیچے اُتار لیا تھا؛ یہ فلاں بابا کا مزار ہے، انھوں نے پہاڑ کے ٹکڑے کر ڈالے تھے؛ ان بابا نے یہاں پر دریا بہا دیا تھا، ان پیر صاحب نے پانی کو دودھ بنا دیا تھا۔ اِس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگر کہیں زمین کھودتے ہوئے یا کسی جگہ پر کوئی

پُرانی قبر نظر آجائے تو اس کا بھی نام رکھ لیا جاتا ہے کہ یہ فلاں پیر صاحب کا مزار نکلا ہے اور پھر چندے شروع ہو جاتے ہیں کہ فلاں جگہ پر فلاں بابا کا مزار نکلا ہے، اس پر گنبد اور عمارتیں بنانا ضروری ہے، جاہل لوگ ان کے پروپیگنڈوں کا شکار ہو جاتے ہیں، اور پھر یوں وہاں رفتہ رفتہ گنبد اور بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں، خوب رونقیں اور سجاوٹیں کی جاتی ہیں اور پھر وہ نتیجتاً کفر و شرک کا مرکز بن جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ان ڈھونگی باباؤں، گدیوں پر بیٹھ کر عوام کو بیوقوف بنانے والے سجادہ نشینوں نے جتنا عوام کو گمراہ کیا ہے اتنا کسی نے نہیں۔ اولیاء اللہ کے مزاروں پر جبے قبے میں اس طرح بیٹھتے ہیں کہ لگتا ہے کہ سب سے بڑے پیر طریقت یہی ہیں۔ پڑھتے نہیں لکھتے نہیں اور بن جاتے ہیں بڑے عالم اور پیر مُغاں، دس دس انگوٹھیاں ہاتھوں میں پہن رکھی ہیں، عورتوں سے بے پردہ مل رہے ہیں، ان سے پیر دَبوا رہے ہیں، قوالیوں اور رقص و سرود کی محفلیں سجا رہے ہیں، نہ نمازوں کا پتہ ہے اور نہ دین و شریعت کی کوئی پرواہ ہے؛ خود سوچو! کیا ایسے لوگ پیر طریقت ہو سکتے ہیں؟ جن کا ظاہر و باطن شریعت کے خلاف ہو، کیا وہ اللہ کے ولی ہو سکتے ہیں؟ قرآن کریم میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ اَوْلِیَآئُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (سورۂ انفال ۳۴)

اللہ کے ولی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو متقی پرہیزگار ہوں۔

اِس آیت سے پتہ چلا کہ اللہ کے ولی اور بزرگ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں، جن کے دلوں میں خوفِ الٰہی اور تقویٰ ہو اور جن کا ظاہر و باطن، رہن سہن شریعت کے مطابق ہو۔ جو لوگ شریعت و سنت کے خلاف اعمال کرنے کے باوجود ولی ہونے کا دعویٰ کریں وہ جھوٹے ہیں اور جو ایسے لوگوں کو بزرگ سمجھیں وہ

دھوکے میں ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقال الشافعي۔۔۔ إذا رأيتم الرجل يمشي على الماء ويطير في الهواء فلاتغتروا به حتى تعرضوا أمره على الكتاب والسنة۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۴۰/۱ دارالکتب العلمیة)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اگر تم کسی کو پانی پر چلتے ہوئے اور ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھو تو تم اُس سے دھوکہ مت کھانا (اس کو ولی مت سمجھنا) جب تک کہ اس کے تمام اعمال و افعال شریعت کے مطابق نہ ہوں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی اور بزرگ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام اعمال وافعال شریعت کے مطابق ہوں۔ اب ذرا جائزہ لیجئے! مزاروں پر بیٹھنے والے باباؤں، مجاوروں اور سجادہ نشینوں کا، کتنے اعمال ان کے شریعت کے مطابق ہوتے ہیں؟ جبہ قبہ پہن کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں، پورا دن وہیں بیٹھے بیٹھے گزار دیتے ہیں، ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتے، اور لگتا ہے کہ لوگوں کی پریشانیوں کو حل کرنے کا ٹھیکہ اللہ کے علاوہ انہی نے لے رکھا ہے۔

ایک صاحب مزار پر گئے، انہوں نے دیکھا کہ جبوں قبوں میں بہت سے مجاور اور بابا بیٹھے ہوئے ہیں، ان صاحب نے ایک مجاور سے کہا کہ: ہمارا ایک بڑا مسئلہ اٹکا ہوا ہے، کتنا پیسہ لگے گا حل کرنے میں؟ اس نے کہا کہ بارہ سو روپے دے دے، ان صاحب نے کہا کہ مسئلہ تو بہت بڑا ہے کروڑوں کا مسئلہ ہے کیسے حل ہوگا؟ تو اس مجاور نے کہا کہ آگے جو بابا بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس جاؤ، وہ صاحب ہر ایک سے ملتے ہوئے سب سے آخری والے بابا کے پاس پہونچے، جو جبے قبے میں بیٹھا ہوا تھا، ہاتھوں میں اتنی انگوٹھیاں تھیں کہ جیسے زیور کی دوکان، اور بیٹھا اس طریقے سے تھا کہ آج کے دَور

کا سب سے بڑا پیر طریقت یہی ہے؛ ان صاحب نے اس بابا سے کہا کہ: میرا ایک بہت بڑا مسئلہ اٹکا ہوا ہے، کروڑوں کا مسئلہ ہے، کروڑوں کی مصیبت مجھ پر آ گئی ہے، کتنا پیسے لگے گا اس کے حل کرنے میں؟ وہ بابا کہنے لگا کہ دس ہزار روپیہ دے دے، ان صاحب نے کہا کہ ہم غریب لوگ ہیں کچھ رعایت کرو، ہم تو پہلے سے ہی مصیبت میں ہیں، تو اس بابا نے کہا کہ ٹھیک ہے، رعایت ہے، کچھ دن لگیں گے، پریشانی حل ہو جائے گی، لا پانچ ہزار دے دے۔

یہ آج کی صورت حال ہے۔ کس قدر عجیب بات ہے! یہ ڈھونگی بابا کس طرح عوام کو گمراہ کر رہے ہیں، دلوں میں خدا کا خوف ہی نہیں ہے، ایسا لگتا ہے کہ ساری پریشانیوں اور مصیبتوں کو حل کرنے کا ٹھیکہ انہی نے لے رکھا ہے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کے سامنے کیا منھ دکھائیں گے؟ خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ۔ (سورۂ نحل، آیت ۸۸)	جنہوں نے کفر کیا اور (کفر کروا کر) راہِ خدا سے روکا، ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے، اس فساد کے بدلے میں جو یہ دنیا میں کیا کرتے تھے

اِس آیت میں ایسے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جو خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کفر کرواتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ایسے لوگوں کو عذاب کے اوپر عذاب دیا جائے گا، ایک عذاب تو کفر کرنے کا اور دوسرا مخلوقِ خدا سے کفر کروانے کا۔ اپنے ان کالے کرتوتوں اور مکاریوں کا اس وقت پتہ چلے گا۔

لہٰذا مزاروں پر بیٹھنے والے بابا، عوام کو گمراہ کرنے والے مجاور اور گدیوں پر بیٹھ کر مستیاں کرنے والے سجادہ نشین! اپنی حرکتوں سے باز آجائیں، اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کریں اور اِس آیتِ کریمہ سے عبرت و نصیحت حاصل کریں، عوام کو بھی چاہیے کہ ایسے لوگوں سے محتاط رہیں، ان کے پھندوں میں نہ پھنسیں اور ان کی مکاریوں کا پردہ فاش کر کے دین کے ساتھ ان کھلواڑ کرنے والوں کو بے نقاب کریں۔

گانا باجا ایک عمومی گناہ

آج کے دور میں ہمارے معاشرہ میں جو منکرات اور گناہ عام ہیں ان میں ایک زہرناک گناہ گانا باجا ہے، آج ہر طرف فحش گانے اور میوزک کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، عام لوگوں بالخصوص نوجوانوں میں گانے باجے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے، جن آلاتِ لہو و لعب کو مٹانے کے لیے معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تھی، آج اسی پیغمبر کے نام لیوا میوزک کی تھاپوں میں مگن ہو کر مدہوش ہو چکے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ دنیا کچھ بھی کرتی، لیکن مسلمان اپنے آپ کو گانے باجے اور رقص و سرود کی محفلوں سے دور رکھتے؛ لیکن افسوس! دور رکھنا تو درکنار اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جا رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اس پُرفتن دَور میں دینی انحطاط اور اخلاقی پستی کا یہ عالم ہو چکا ہے کہ معاشرے میں جو بھی بُرائی عام ہو جائے اسے معیوب سمجھنا تو درکنار اسے حلال سمجھا جاتا ہے، ایک زمانہ وہ تھا کہ جو شخص گانے بجانے کا پیشہ اختیار کرتا وہ ڈوم اور میراثی کہلاتا تھا اور لوگ اسے بُری نگاہ سے دیکھتے تھے؛ لیکن آج جو بھی یہ پیشہ اختیار

کرتا ہے وہ فنکار کہلاتا ہے اور اس کے پیشہ کو فن ثقافت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور پھر زمانہ کی ستم ظریفی یہ کہ جو بھی ان بُرائیوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اسے رجعت پسند، دقیانوس اور تنگ نظر تصور کیا جاتا ہے، گویا ان برائیوں کے خلاف آواز بلند کرنا بھی ایک جرم بن گیا ہے۔آج گانے باجے اور رقص وسرود نے اپنا اتنا اثر دکھایا کہ اولیاء اللہ کے مزارات بھی اس فتنے سے محفوظ نہ رہ سکے، اولیاء اللہ کے مزارات اور قبرستان جیسی مقدس جگہ پر بھی گانے باجے کی محفلیں،ڈانس ،شور اور ہنگامے چل پڑے جو کہ گناہ عظیم اور عذابِ خداوندی کا سبب ہے۔

گانے باجے کا حکم

گانا باجا اس دَور کا انتہائی خبیث فتنہ ہے،آج تمام بے حیائیوں کی جڑ یہی گانا، باجا اور رقص وسرود ہے۔گانے باجے نے انسانی معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

حدیث میں گانے باجے کے متعلق مذکور ہے کہ:

صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة مزمار عند نعمة ورنة عند مصيبة۔ (الترغیب والترھیب ۴/۱۸۴)

دو آوازیں دنیا اور آخرت میں قابلِ لعنت ہیں: ایک خوشی کے وقت میوزک کی آواز دوسرے مصیبت کے وقت بَین کرنے کی آواز۔

پس جو آواز اللہ کے نزدیک ملعون ہو، اس کا جی لگا کر سننا بھی یقیناً لعنت والا عمل ہے۔

گانے باجے کی محفلوں میں جانے پر سخت وعید

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گلوکارہ کے گانے سننے کے لیے اس کے پروگرام میں جانے پر سخت ترین وعید ارشاد فرمائی کہ:

من جلس إلى قينة يسمع منها صب في أذنه الآنک يوم القيامة — جو شخص گلوکارہ عورت کے پاس بیٹھ کر گانے سنے، اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ (قرطبی ۷/۵۰، حاشیۂ ابو دائود ۲/۶۷۴)

جو حکم محفلوں، مجلسوں اور پروگراموں میں جا کر گانے سننے اور دیکھنے کا ہے، وہی حکم اسکرین پر گانے سننے اور دیکھنے کا بھی ہے۔ گناہ میں دونوں صورتیں برابر ہیں۔

گانا باجا عذابِ خداوندی کا سبب ہے

احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے قریب معاشرے میں گانے باجے کے پروگراموں کا چلن عام ہوجائے گا، جو عذابِ خداوندی کا سبب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں وہ علامات بیان فرمائی ہیں، جن کے پائے جانے کے وقت امتِ مسلمہ عذاب سے دوچار ہوگی۔ ان ہی میں سے ایک علامت یہ بھی ارشاد فرمائی:

وظهرت القينات والمعازف۔ — اور گانے والی لونڈیاں اور گانے بجانے کے آلات عام ہوجائیں گے۔ (ترمذی ۲/۴۵، قرطبی ۷/۵۰)

آج یہ پیشین گوئی پوری طرح ظاہر ہوچکی ہے۔ روزانہ جگہ جگہ گانے باجے اور رقص

وسرود کی محفلیں، مجلسیں منعقد کی جارہی ہیں؛ اور آج شریعت کی تمام حدود پار کر کے نعوذ باللہ اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس کے نام پر گانے باجے اور ڈانس کے ایسے شور اور ہنگامے چل رہے ہیں، جسے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اللہ ہمیں عذاب کے ان اسباب سے محفوظ رکھے۔

گانے باجے اور رقص وسرود کی محفلوں میں مشغول لوگوں کو بندر اور خنزیر بنادیا جائے گا

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر زمانے میں کچھ لوگ نام بدل کر شراب پیئے گے۔ اور ڈھول تاشوں اور سارنگی میں مست ہوں گے۔ انہیں بطورِ عبرت بندر اور خنزیر بنادیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیشْرَبَنَّ أناس من أمتي الخمر یسمونها بغیر اسمها ویُضرب علٰی رؤوسهم المعازف یخسف اللّٰہ بهم الأرض ویجعل منهم قردة وخنازیر۔

(شعب الایمان ۴/۲۸۲)

میری امت کے کچھ لوگ شراب ضرور پئیں گے اور وہ اس کو دوسری چیز کا نام دیں گے اور ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنادے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے:

عن أبي هريرة مرفوعاً:

حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے مرفوعاً

يمسخ قوم من أمتي في آخر الزمان قردة و خنازير قالوا يا رسول اللهؐ ويشهدون أنك رسول اللهؐ وأن لا إله إلاّالله قال نعم۔ ويصلون ويصومون ويحجون قالوا فمابالهم يا رسول اللهؐ قال اتخذوا المعازف والقينات والدفوف ويشربون هذه الاشربة فباتوا على لهوهم فاصبحوا قردة وخنازير۔

(عون المعبود ۱۱/۵۹۔
نيل الاوطار ۲/۸۶۔
حلية الأولياء ۳/۱۱۹)

روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرنے والے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کرینگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: کہ وہ گانا بجانے کے آلات، ناچنے والی عورتوں اور طبلہ اور سارنگی کے دل دادہ ہوں گے، اور شراب پیا کریں گے، تو وہ رات بھر لہو و لعب میں مصروف رہیں گے، پھر جب صبح ہوگی تو ان کی شکلیں بندروں اور خنزیر جیسی بن چکی ہوں گی۔

یہ ان لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے، جو نمازی بھی ہوں گے، روزے کے بھی پابند ہوں گے اور حج پر حج بھی کریں گے؛ مگر اس کے ساتھ وہ گانے بجانے، ناچنے، نچانے، ڈھول باجے، میوزک اور موسیقی کے دلدادہ اور شراب کے عادی اور رَسیا ہوں گے: ان کی شکلوں کو اللہ تعالیٰ بندر اور خنزیر کی شکلوں میں بدل دیں گے، یہ لوگ رات بھر لہو و لعب میں مصروف ہوکر سوئیں گے، پھر جب صبح کو اُٹھیں گے تو ان کی شکلیں بدل چکی ہوں گی۔

حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے:

عن عمران ابن حصين أن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم قال في هٰذه الأمة خسف و مسخ وقذف فقال رجل من المسلمين يا رسول اللّٰه۔ ومتى ذلک قال إذا ظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور۔ (ترمذی ۲/۴۴)

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اس امت میں بھی زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے۔ اس پر ایک مسلمان مرد نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہوگا۔ اور خوب شرابیں پی جائیں گی۔

دیکھیے! کس قدر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، جنہیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں؛ اسی لیے علماءِ اُمّت نے گانے باجے اور رقص وسرود پر سخت نکیر فرمائی ہے۔

گانے باجے پر علماء کا سخت موقف

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گانے والا اور جس کے لیے گایا جائے دونوں ملعون ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گانا بجانا زنا کا جنتر منتر ہے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں جارہے تھے، تو انھوں نے مزمار (گانے بجانے کے آلہ) کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور اس جگہ سے دُور

ہٹ گئے، تاکہ آواز نہ سن سکیں اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب ایسی آواز سنتے تھے تو یہی عمل فرمایا کرتے تھے۔ (شعب الایمان ۲۸۳/۴)

صاحبِ درمختار علّامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ بزازیہ'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام: استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر أی بالنعمة فصرف الجوارح إلی غیر ما خلق لأجله کفر بالنعمة لاشکر فالواجب کل الواجب أن یجتنب کئ لایسمع لما روی أنه علیه الصلوة والسلام ادخل أصبعه في أذنه عند سماعه۔

(درمختار مع الشامی قبیل فصل فی اللبس ۳۴۹/۶ کراچی)

لہو ولعب والی چیزوں کی آواز سننا مثلاً بینڈ اور ہارمونیم وغیرہ حرام ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لہو و لعب کی چیزیں سننا گناہ ہے اور ایسی مجلس میں بیٹھنا فسق ہے اور ان سے لذت حاصل کرنا کفرانِ نعمت ہے؛ اس لیے کہ اعضاء و جوارح کو ان کاموں میں لگانا جن کے لیے ان کی پیدائش نہیں ہوئی ہے (یعنی گناہوں کے کاموں میں لگانا) شکر نہیں؛ بلکہ نعمت خداوندی کی ناشکری ہے؛ لہٰذا واجب سے بڑھ کر واجب ہے کہ ایسی آوازیں سننے سے اجتناب کیا جائے جیسا کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سننے کے وقت اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لی تھیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں لکھتے ہیں:

فذهب أبو حنيفة ومالك وأحمد وعكرمة والشعبي والنخعي وحماد والثوري وجماعة من أهل الكوفة إلٰى تحريم الغناء وذهب آخرون إلٰى كراهته نقل ذلک عن ابن عباس ونص عليه الشافعي۔ (عمدۃالقاری۵/۱۰۵)

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام عکرمہ، امام شعبی، نخعی، حماد، ثوری اور علماء کوفہ رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے گانے کوحرام قرار دیا ہے۔اور باقی علماء نے بھی اس کومکروہ (تحریمی) کہا ہے، یہی ابن عباس سے منقول ہےاوراسی کی امام شافعی نے تصریح فرمائی ہے۔

پوری امت کا متفقہ موقف اور امت کا اجماع اس پر ہے کہ گانا باجا اور رقص وسرود کی محفلیں اور مجلسیں ناجائز اور حرام ہیں۔

علّامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم أن سماع الغناء يجمع شيئين أحدهما أنه يلهي القلب عن التفكر في عظمة اللّٰه سبحانه والقيام بخدمته والثاني أنه يميله إلى اللّذات العاجلة اللتي تدعو إلٰى استيفائها من جميع الشهوات الحسية ومعظمها النكاح وليس تمام لذته إلا في المتجددات ولاسبيل إلٰى كثرة المقدورات من الحل فلذلک يحث على الزناء

گانا سننے میں دوخرابیاں جمع ہیں: (۱) گانا خدا کی عظمت میں غوروفکر اور اس کے حقوق کی ادائیگی سے غافل کردیتا ہے۔ (۲) گانا انسان کو ایسی فوری لذتوں کی طرف مائل کردیتا ہے جو(لذتیں)اس کو تمام مادی شہوتوں کو پورا کرنے پر مجبور کرتی ہیں، جن میں سب سے بڑی شہوت نکاح ہے، جس کی پوری آسودگی نئے نئے تعلقات کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے، حالانکہ (نکاح کے سلسلہ میں)

فبين الزنا والغناء تناسب من جهة أن الغناء لذة الروح والزناء أكبر لذات النفس ولهذا جاء في الحديث الغناء رقيقة الزنا۔
(تلبیس ابلیس ۲۲۲)

شریعت کی جائز حدود میں اضافہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے؛ اسی وجہ سے موسیقی انسان کو زنا پر اُبھارتی ہے، گانے اور زنا کے درمیان ایک طرح کی مناسبت ہے کہ گانا روح کی اور زنا نفس کی ایک بڑی لذت ہے، اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ گانا انسان کو زنا کی طرف لے جانے میں جادو کی طرح زوداثر ہے۔

مشہور عالم یزید بن ولید فرماتے ہیں:

إياكم والغناء فإنه ينقص الحياء ويزيد في الشهوة وأنه لينوب عن الخمر ويفعل مايفعل السكر وجنبوه النساء فإن الغناء داعية الزناء۔ (اغاثة اللهفان لابن قيم ۱/۲۴۵)

تم گانے باجے سے بچو، اس سے حیا کم اور شہوت زیادہ ہوتی ہے، وہ شراب کی طرح ہے اور نشہ آور چیزوں کا کام کرتا ہے، عورتوں کو اس سے الگ رکھو؛ اس لیے کہ گانا زنا کا قوی سبب ہوتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

فواحش میں موسیقی بھی ہے، جو زنا کا سب سے بڑا محرک ہے، انسان جب تک اس سے محفوظ رہتا ہے عفت مآب رہتا ہے اور جب موسیقی اور گانے کے چکر میں پڑ جاتا ہے تو پھر اس کی عفت مخدوش ہوجاتی ہے اور اس کے لیے زنا سے بچنا آسان نہیں رہتا۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱/۴۱۷)

قوالیاں کرنا اور قوالیوں کی مجلسوں میں شریک ہونا

اس دَور میں رائج قبیح ترین بدعات ومنکرات میں سے ایک بدعت یہ بھی ہے کہ حمد ونعت وغیرہ کے اشعار قوالی کے نام پر ڈھول تاشے اور سارنگی کی آوازوں کے ساتھ میوزک کی تھاپوں اور طبلوں پر گائے جاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی شان میں عقیدت کا غلو کرتے ہوئے بسا اوقات شرکیہ اشعار بھی کہے جاتے ہیں، بعض مرتبہ عشقیہ قوالیاں بھی گائی جاتی ہیں، قوالیوں کی ان محفلوں میں بہت سی مرتبہ خواتین بھی بن سنور کر زینتِ اسٹیج ہوتی ہیں؛ اور خوب بے حیائی کے ساتھ اشعار پڑھے جاتے ہیں، نوجوانوں کا ہجوم واہ واہ کرتا ہے؛ اور اس پر طرہ یہ کہ اس کو بڑے عبادت کا کام سمجھا جاتا ہے۔ خاص طور پر بزرگانِ دین، اولیاء اللہ کی قبروں اور مزارات پر عرس کے میلوں میں اس قبیح عمل کو انجام دیا جاتا ہے۔

یاد رکھیں! جو قوالیاں میوزک کی تھاپوں پر گائی جاتی ہیں، طبلوں اور ہارمونیم کے ساز پر جو اشعار پڑھے جاتے ہیں یہ اشعار خواہ کتنے ہی صحیح اور حقیقت پر مبنی ہوں، میوزک اور آلات موسیقی کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے ان کی حرمت اور ممانعت میں کوئی تخفیف نہیں ہوسکتی، موسیقی کو جمہور علما نے حرام قرار دیا ہے۔ اور قوالیوں کی یہ محفلیں اور مجلسیں قبرستان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر منعقد کرنا اور ان کی شان میں عقیدت کا غلو کرتے ہوئے شرکیہ اشعار پڑھنا، بے پردہ عورتوں کا بن سنور کر اسٹیج کی زینت بننا، مرد وعورتوں کا بے محابا ہجوم اکٹھا ہونا، شرکیہ اور عشقیہ اشعار پر بے حیائی کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے تالیاں بجا کر واہ واہ کرنا، ناجائز اور حرام ہونے کے

ساتھ سخت ترین گناہ ہے۔

فقہ حنفی کے مشہور عالم علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فماظنک به عند الغناء الذي يسمونه وجدا ومحبة فإنه مكروه لاأصل له في الدين إلخ ومايفعله متصوفة زماننا حرام لايجوز القصد والجلوس إليه۔
(فتاوی شامی ۶/۳۴۹)

تو آپ کا کیا خیال ہے اس گانے کے بارے میں جس کو لوگ وجد و محبت کا نام دیتے ہیں وہ یقینا مکروہ ہے، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے الخ۔ اور جو ہمارے زمانے کے صوفی لوگ (قوالیاں گانا اور وجدوحال طاری کر کے تھرکنا) کرتے ہیں وہ حرام ہے، ایسی مجلسوں میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے۔

مروجہ مشاعرے اور مزارات پر مشاعرے کرنا

حمدیہ، نعتیہ مشاعرے اسی طرح منقبتی مشاعرے یا ایسے ادبی مشاعرے جس میں فحش گوئی نہ ہو، منکرات سے پاک ہوں، ان کی شریعت میں اجازت ہے۔

لیکن آج کل مزاروں پر منعقد ہونے والے مشاعرے جہاں اکثر شرکیہ، عشقیہ اشعار کہے جاتے ہیں، فحش گوئی کی جاتی ہے، مشاعرے کے نام پر عشق بازی کی جاتی ہے۔ مرد و عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے، مردوں کے ساتھ بے پردہ عورتیں بھی بن سنور کر اسٹیج کی زینت بنتی ہیں، ہزاروں کے مجمع میں کھڑے ہو کر بے شرمی کے ساتھ شرکیہ، عشقیہ اشعار اور فحش گوئی کر کے واہ واہی حاصل کی جاتی ہے؛ ایسی محفلیں اور مجلسیں ناجائز ہیں۔ شریعت ایسے مشاعروں کی اجازت نہیں دیتی۔ اس قسم کے مشاعرے، قبرستان

جیسی مقدس پاکیزہ جگہ، اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی قبروں اور مزارات پر منعقد کرنا ناجائز ہونے کے ساتھ سخت ترین گناہ ہے۔

قبروں پر چادریں چڑھانا

آج کل جو بدعات وخرافات قبروں پر انجام دی جاتی ہیں، خصوصاً عرس کے موقع پر، ان میں سے ایک بڑی بدعت قبروں پر چادریں چڑھانا بھی ہے۔ آج اولیاء اللہ کی تعظیم کے نام پر یہ بدعت عام ہوتی جارہی ہے اور اس کے ساتھ اس میں شرکیہ عقیدے بھی شامل ہوتے جارہے ہیں، مثلاً اپنی ضرورتیں پوری ہونے کے لیے قبروں پر چادریں چڑھانے کی منتیں مانی جاتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ چڑھانے سے پہلے ہی ان چادروں کو بڑا متبرک سمجھا جاتا ہے۔ کہیں کہیں یہ تماشہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جلوس کی شکل میں لمبی چوڑی چادریں ڈھول تاشے اور ڈیجوں کے بے ہنگم شور کے ساتھ مزارات پر لے جائی جاتی ہیں اور ایک خاص ہیئت کے ساتھ چوم چوم کر ان کو چڑھایا جاتا ہے؛ اور اسی کی آڑ میں بعض نام نہاد مجاوروں نے اپنا کاروبار شروع کردیا ہے، اگلے دن وہی چادریں بازار میں نظر آتی ہیں۔ ظاہر ہے اس طرح کی خرافات اور من گھڑت تماشوں کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، سلف صالحین رحمہم اللہ کی قبروں پر کبھی بھی کوئی چادر نہیں چڑھائی گئی۔ قرآن و حدیث اور پوری شریعتِ اسلامیہ میں ان چادروں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

قبروں پر چادریں چڑھانا یہود و نصاریٰ کی رسم ہے جو اسلام میں گھس آئی

ہے، جاہل مسلمانوں نے اس کو دین اور عبادت سمجھ لیا ہے۔ ایسی واہیات حرکتیں انجام دینے والے لوگ اس مقدس اور پاکیزہ دین کو بدنام کرنے والے اور اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنّ اللّٰہ لم یأمرنا أن نکسوا الحجارۃ والطین۔(مسلم ۲/۲۰۰ رقم۲۱۰۷) اللہ تعالیٰ نے ہمیں مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتاویٰ الحجہ'' اور بعض دیگر فقہاء کے حوالے سے صراحۃً اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں، عمامے اور کپڑے وغیرہ ڈالنے کی کراہت نقل فرمائی ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جواز کی بات نقل کی ہے اور اپنا رجحان بھی اسی جانب ظاہر فرمایا ہے؛ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جواز کی بات بلا دلیل ہے اور صحیح بات حدیث کے موافق وہی ہے جسے فتاویٰ الحجہ سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے شامی کراچی ۲/ ۳۶۳)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

چادر پوشانیدن بر قبر حرکتِ لغو است نباید کرد۔ (فتاویٰ عزیزی ۱/ ۹۴)

ترجمہ: قبر پر چادر ڈالنا لغو حرکت ہے۔ ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

واَمّا ارتکاب محرّمات از روشن کردن چراغہا وملبوس ساختن قبور بدعت شنیعہ اند۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین ۱۴)

ترجمہ: اور حرام کاموں کا ارتکاب مثلاً قبروں پر چراغ روشن کرنا اور ان پر چادریں چڑھانا، بدترین بدعت ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنا

قبروں اور مزارات پر انجام دی جانے والی بدعات وخرافات میں سے ایک قبیح بدعت قبروں پر پھول ڈالنا بھی ہے۔ یہ رسم آج کل بڑی تیزی کے ساتھ عام ہوتی جارہی ہے اور بعض قبروں پر تو اتنے پھول ڈالے جاتے ہیں کہ دیکھنے میں لگتا ہے کہ یہاں قبر ہے ہی نہیں، بلکہ پھولوں کا ہی ڈھیر ہے۔ یاد رکھیں! قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا بدعت اور گناہ ہے۔ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ علّامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں فرماتے ہیں:

وکذالک مایفعله أکثر الناس من وضع مافیه رطوبة من الرَّیَّاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشیئ وإنما السنّة الغرز۔

اسی طرح بہت سے لوگ جو تر چیزیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ قبروں پر رکھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ سنت صرف شاخ گاڑنا ہے۔

(عمدۃالقاری ۱/۸۷۹)

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شاخ گاڑنے کو جو سنت کہا ہے وہ ابن عباسؓ کی اِس حدیث کی وجہ سے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی دو قبروں کے پاس سے ہوا جن میں عذاب ہو رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی کو چیر کر دو حصے کیے، اور دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی، اُمید ہے کہ ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (مسند احمد: ۵/۳۵)

اس حدیث سے شاخ گاڑنے کا جواز ثابت ہوتا ہے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کی شارحین حدیث نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت قرار دیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک اس تحدید وتوقیت کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف عذاب کی دعا فرمائی تھی، آپ کی شفاعت شاخوں کے خشک ہونے تک قبول کر لی گئی تھی؛ اس لیے آپ نے شاخوں کو گاڑا تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ جب تک تر رہتی ہے، اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہے، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (سورۃ بنی اسرائیل) اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخ گاڑی تھی، تاکہ ان کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف رہے؛ لیکن علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس توجیہ کی تردید کی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح ''لمعات التنقیح'' میں مشہور حنفی فقیہ ومحدث علّامہ تورپشتی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

وقال التورفشتي وجه هٰذا التحديد أن يقال أنه سأل التخفيف عنها مدة بقاء الندواة فيهما وقول من قال وجه ذلك أن الغصن الرطب يسبح لله مادام فيه النداوة فيكون مجيرا عن عذاب القبر قول لا طائل

امام تورپشتی نے فرمایا کہ اس تحدید کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں کے تر رہنے تک ان قبروں سے عذاب کی تخفیف کی شفاعت کی تھی، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ جب تک تر رہتی ہے، اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، پس وہ عذاب قبر سے

تحته ولا عبرة به عند أهل العلم۔	بچانے والی ہوگی، یہ بالکل بے مقصد اور بے فائدہ بات ہے اور اہلِ علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
(لمعات التنقیح ۲/۴۴)	

الحاصل شارحین حدیث کے نزدیک پہلی توجیہ ہی صحیح ہے اور اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے؛ مسلم شریف کے آخر میں احادیث متفرقہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے، اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخیں گاڑنے کی یہی وجہ بیان فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے درخت کی شاخ منگوائی، وہ پتھر سے کاٹ کر لے آئے اور دریافت کیا کہ: **عم ذلک یا رسول اللہ**، اے اللہ کے رسول! یہ شاخ کیوں منگوائی گئی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

اني مررت بقبرين يعذبان فاحببت بشفاعتي أن يرفه عنهما مادام الغصنان رطبين۔ (مسلم رقم ۳۰۱۲)	میں دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرا جن کو عذاب ہو رہا تھا۔ پس میں نے اپنی سفارش کے ذریعہ یہ پسند کیا کہ ان دونوں سے نرمی کی جائے، جب تک وہ دونوں شاخیں تر رہیں۔

اِس حدیث کی روشنی میں پہلی توجیہ متعین ہے، دوسری توجیہ کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے؛ اگر دوسری توجیہ کو صحیح مان بھی لیا جائے، تب بھی اس حدیث سے پھولوں کے ڈالنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، صرف شاخوں کے گاڑنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید ایک ہی مرتبہ اپنی پوری زندگی میں ہری ٹہنی ان دو قبروں پر لگائی ہے، بار بار ایسا نہیں کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا۔ جب

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو جواباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں ہری رہیں گی، ان قبروالوں پر عذاب کم رہے گا۔ یعنی اُمید کے طور پر فرمایا، یوں نہیں فرمایا کہ اب ان قبروالوں پر عذاب ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر اِس حدیث سے پھول چڑھانے کی دلیل پکڑ بھی لی جائے تو پہلے تو اس قبر میں عذاب ثابت کرنا پڑے گا، جس پر پھول چڑھائے جا رہے ہیں۔ جبکہ ہمیں قبر والے کے احوال کا علم ہی نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ کہ اگر عذاب کم کرنے کی نیت سے پھول چڑھائے جاتے ہیں تو اولیاء کی قبروں پر نہیں؛ بلکہ عام لوگوں کی قبروں پر ہونا چاہیے، یعنی شرابیوں، چوروں، ڈاکوؤں، ظالموں، فاجروں، فاسقوں اور زانیوں وغیرہ کی قبروں پر پھولوں کے ڈھیر لگنے چاہئیں، تاکہ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ ہو۔ اور اگر ثواب کی نیت سے پھول چڑھائے جاتے ہیں تو اولیاء کرام اور عام لوگوں کی قبریں ثواب کی نیت سے برابر ہونی چاہئیں؛ بلکہ ثواب کی زیادہ مستحق عام لوگوں کی قبریں ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ پھول چڑھانے والوں میں زیادہ تر لوگوں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ تین جمعرات یا پانچ جمعرات یا سات جمعرات کو ولیوں کی قبر پر پھول چڑھانے اور فاتحہ پڑھنے سے مشکلیں حل ہوجاتی ہیں، تو اِس نیت سے مزاروں پر جانا کفر ہے۔ اور اگر یہ نیت نہیں ہے تو اولیاء کی قبروں میں عذاب کی امید تو نہیں کی جاسکتی، پھر پھول چڑھانے کا کیا مطلب ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ آج کل مزاروں پر جو پھول اور پھولوں کی چادریں ڈالی جاتی ہیں وہ نہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ہے اور نہ عذاب میں تخفیف مقصود ہوتی ہے اور نہ ثواب؛ بلکہ قبروں کی تعظیم اور اہلِ قبور کے تقرب کے لیے پھول ڈالے

جاتے ہیں۔ جبکہ شریعت میں قبروں کی تعظیم اور اہلِ قبور سے تقرب حاصل کرنے کے لیے پھول چڑھانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ مذکورہ حدیث میں اِس کا اشارہ ملتا ہے۔ تعظیم کی خاطر اولیاء اللہ کے مزارات پر خصوصاً عرس کے موقع پر پھول ڈالنے کی جو رسم رائج ہوتی جارہی ہے، متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے، اس لیے اس کے بدعتِ سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ یہود ونصاریٰ اور ہنود کی رسم ہے، جو مسلمانوں میں درآئی ہے اور ان ہی کی دیکھا دیکھی مسلم معاشرے میں رنگ پکڑ گئی ہے۔

قبروں پر چراغاں کرنا

آج کل مزارات پر موم بتیاں، قندیل اور چراغ جلانے کو بھی بڑا کارِثواب سمجھا جاتا ہے، خصوصاً عرس کے موقع پر اور ہر جمعرات کو اولیاء اللہ کے مزارات اور پکی قبروں کے طاقچے شام ہوتے ہی چراغوں کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے ہیں۔ اور جاہل مسلمان اس کو بڑا ثواب اور تقرب کا کام سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیں قبروں پر موم بتیاں، قندیل، چراغ وغیرہ جلانا بدعت اور گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج۔ (ابو دائود ۲/ ۴۶۱۔ نسائی ۱/ ۲۸۶۔ مشکوٰۃ ۱/ ۷۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور

قبروں کوسجدہ گاہ بنانے والوں پراوران پر چراغ جلانے والوں پرلعنت فرمائی ہے۔

ملّاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والنهي عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال لأنه لانفع لأحد من السراج ولأنها عن آثار جهنم وأما للاحتراز عن تعظيم القبور كالنهي عن اتخاذ القبور مساجد۔
(مرقاة المفاتيح ۲/۲۱۹)

چراغ رکھنے سے اس لیے روکا گیا ہے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہے؛ کیونکہ چراغ سے کسی کوفائدہ نہیں۔اور روکنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ آگ جہنم کے آثار میں سے ہے؛ نیز قبروں کی بے جا تعظیم سے بچانے کے لیے بھی روکا گیا ہے، جیسے قبروں کوسجدہ گاہ بنانے سے روکا ہے۔

علّامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قبروں پر چراغ جلانا مال کا بلا فائدہ ضائع کرنا ہے؛ نیز اس میں قبر کی ایسی تعظیم ہے جو انہیں سجدہ گاہ بنانے کے مشابہ ہے۔ **(حاشیہ سندھی علی النسائی ۱۵۹ بیروت)**

نیز چراغوں میں آگ ہوتی ہے اورقبروں کوآگ سے بچانے کاحکم ہے۔صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے سے ممانعت فرمائی تھی۔(دیکھئے مسلم ۱/۷۶۔موطا امام مالک ۷۸)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وايقاد النار على القبور فمن رسوم الجاهلية۔ (فتاویٰ عالمگیری ۱/۱۷۸)

قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی رسموں میں سے ہے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں:

قبور اولیاء بلند کردن و گنبد برآں ساختن وعرس و امثال چراغاں کردن ہمہ بدعت است بعض ازآں حرام است وبعض ازآں مکروہ پیغمبر برشمع افروزاں نزدقبرو سجدہ کنندگاں رالعنت گفتہ۔ (ارشادالطالبین ۲۲)

ترجمہ: اولیاء کی قبروں کو بلند کرنا، ان پر گنبد بنانا، عرس اوران کے مانند چراغاں کرنا سب بدعت ہے، ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے قریب شمع روشن کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

قبروں پر اگربتیاں جلانا

اگربتی جلانے میں بھی آگ جلانے والی ممانعت ضمناً ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اسراف اور فضول خرچی بھی پائی جاتی ہے؛ کیونکہ یہ خوشبو نہ میت تک پہونچتی ہے اور نہ میت کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ نیز قبروں پر خوشبو، اگربتی جلانا کسی دلیل سے ثابت بھی نہیں ہے۔ بعض اہلِ بدعت نے کھینچ تان کر قبروں اور مزارات پر حاضر لوگوں تک خوشبو پہنچانے کے لیے اگربتی جلانے کی زبردستی گنجائش نکالی ہے۔ وہ محض تحکم ہے، نصوص میں اس کی کوئی نظیر یا دلیل موجود نہیں ہے، اور خاص کر جبکہ اس کو تقرب وعبادت اور ثواب کا کام سمجھ لیا جائے تو اس کے بدعت وضلالت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔

قبروں پر سجدہ اور طواف وغیرہ کرنا

اسلام میں اللہ کے علاوہ کسی زندہ یا مرحوم کے لیے سجدہ کرنا قطعاً حرام ہے۔ قرآن وحدیث میں غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنے کی سخت ترین ممانعت وارد ہوئی ہے؛ لیکن قرآن وحدیث کے اس صریح حکم سے روگردانی کر کے آج مزارات پر خصوصاً عرس کے موقع پر نہایت بے شرمی کے ساتھ سجدوں کا سلسلہ جاری ہے، مرد وعورتوں کا ہجوم مزارات پر سجدہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس شرکیہ عمل میں گرفتار ہورہے ہیں۔ ساتھ ہی قبروں کا طواف بھی کیا جاتا ہے۔ آستانوں کو چوما جاتا ہے۔ ہاتھ باندھ کر تعظیماً کھڑا ہوا جاتا ہے۔ یاد رکھیں! یہ تمام افعال شرکیہ ہیں؛ اس لیے کہ یہ سب عبادت کی شکلیں ہیں اور اسلام میں غیر اللہ کی عبادت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ شریعت نے قبروں کی ایسی تعظیم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے جو پوجا کی حد تک پہنچادے۔

یاد رکھیں! قبروں پر سجدہ اگر عبادت کی نیت سے ہو تو اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ سجدہ آخری درجہ کا تذلل ہے، جو صرف اسی کے سامنے زیبا ہے جو اعلیٰ درجہ کی کبریائی کا مالک ہو اور وہ صرف اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَاتَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا (سورۂ جن ۱۸)

اور یہ کہ سجدہ گاہیں صرف اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَاتَسۡجُدُوۡا لِلشَّمۡسِ وَلَالِلۡقَمَرِ وَاسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَھُنَّ اِنۡکُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ۔ (سورۂ حم سجدہ ۳۷)	چانداور سورج کو سجدہ مت کرو اور صرف اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (چاند سورج وغیرہ) کو پیدا کیا ہے، اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی ہے۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ جب خادمِ رسول حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو انھوں نے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے یمن میں لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کے لیے (تعظیماً) سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو کیا ہم لوگ آپ کی تعظیم میں سجدہ نہ کیا کریں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں (اللہ کے علاوہ) کسی انسان کے لیے سجدہ کرنے کو کہتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (مسند احمد ۲۲۷/۵)

پتہ چلا کہ کسی مخلوق کے لیے سجدہ کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

والسجدة حرام لغيره سبحانه۔ (شرح فقہ اکبر ۲۲۸)	اللہ کے علاوہ کے لیے سجدہ قطعاً حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وان سجد للسلطان بنية العبادة أولم تحضره النية فقد كفر۔ (هندية ۳٦٨/۵)	اور اگر عبادت کی نیت سے یا بلا نیت بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا تو کافر ہوجائے گا۔

اور اگر تعظیم یا سلامی کی نیت سے غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے تو بعض علماء نے اس کو بھی مطلقاً کفر قرار دیا ہے، جبکہ بعض علماء نے اس کو فعل حرام اور موجبِ گناہ کبیرہ

مانتے ہوئے موجبِ کفر قرار دینے میں توقف کیا ہے۔ چنانچہ علّامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وذکر الصدر الشهيد أنه لايكفر بهذا السجود لأنه يريد به التحية وقال شمس الأئمة السرخسي السجود لغير الله تعالىٰ علىٰ وجه التعظيم كفر۔

(البحر الرائق ۱۹۸/۸)

علامہ صدر شہید نے فرمایا کہ اس طرح کے سجدہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی؛ کیونکہ اس نے سلامی کا ارادہ کیا ہے۔ جبکہ علامہ سرخسی نے فرمایا ہے کہ غیر اللہ کو تعظیم کے طور پر سجدہ کرنا مطلقاً کفر ہے۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

ومايفعله من السجود بين يدى السلطان فحرام والفاعل والراضي به آثمان لأنه اشبه بعبدة الأوثان۔

(البحر الرائق ۱۹۸/۸)

اور بادشاہ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے وہ حرام ہے اور سجدہ کرنے والا اور اس فعل سے راضی رہنے والا دونوں گنہگار ہیں؛ کیونکہ یہ مورتی پوجا کرنے والوں سے زیادہ مشابہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ پہلی اُمتیں اسی غلو کی بناء پر گمراہ ہوئی ہیں؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان افعال سے بچنے کی سخت تاکید اور وصیت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أن رسول الله قال في مرضه الذي لم يقم منه، لعن الله اليهود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو

والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد۔(مشکوٰۃ ۶۹)

یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کوسجدہ گاہ بنالیا۔

دوسری روایت میں ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحيهم مساجد ألا فلاتتخذوا القبور مساجد اني أنهاكم عن ذٰلک۔ (مشکوٰۃ ۶۹)

سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اورولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے،خبردار!تم قبروں کوسجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔

ان احادیث کی بنا پر علماء نے قبروں پرسجدہ کرنے کوشرک جلی فرمایا ہے؛ چنانچہ ملّاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَاریٰ“کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبب لعنهم أمّا لانهم كانوا يسجدون لقبور أنبيائهم تعظيما لهم و ذٰلک هو الشرك الجلي۔ (مرقاۃ ۲/۲۰۰ بیروت)

یہودونصاریٰ کےملعون ہونے کا سبب یاتو یہ تھا کہ وہ اپنے انبیاء کی تعظیم کی خاطران کی قبروں کوسجدہ کرتے تھے، اور یہ شرک جلی ہے۔

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء و اولیاءوطواف گردقبورکردن ودعا آزآنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول

انبیاءاوراولیاءکی قبروں کی طرف چہرہ کرکے سجدہ کرنا، قبروں کے گرد طواف کرنا، ان سے دعا مانگنا اور

کردن حرام است؛ بلکہ چیزہا از اں بکفر می رساند پیغمبر خدا برآنہا لعنت گفتہ واز منع فرمودہ وگفتہ کہ قبرمُرابت نہ کنند۔
(مالابدمنہ ۷۶)

ان کے لیے منتیں ماننا حرام ہے؛ بلکہ ان میں سے بہت سی چیزیں کفر تک پہنچادیتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں پر لعنت فرمائی ہے اوران سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنالینا۔

منتیں مانا اور نذر و نیاز پیش کرنا

آج کل بہت سے لوگ اولیاء اللہ کے نام سے منتیں مانتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو فلاں بزرگ کی قبر یا مزار پر غلاف، چادر، شیرینی یا بکرا چڑھائیں گے، یاد رکھیں: یہ بھی شرک اور کفر ہے؛ اس لیے کہ منت ماننا اور نذر و نیاز پیش کرنا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''در مختار'' میں ہے:

واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام۔
(درمختار مع الشامی ۲/۱۲۸)

جاننا چاہئے کہ اکثر عوام کی طرف سے مردوں کے نام کی جو نذر و منت مانی جاتی ہے اور اولیاء کرام کی قبروں پر روپئے پیسے، موم بتیاں اور تیل وغیرہ بزرگوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے جولایا جاتا ہے، وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔

علّامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوله باطل و حرام لوجوه منها أنه نذر لمخلوق والنذر لمخلوق لايجوز لأنه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق ومنها أن المنذور له ميت والميت لايملک ومنها أنه أن ظن أن الميّت يتصرف في الأمور دون اللّٰہ تعالٰی واعتقاده ذٰلک کفر۔

(فتاوی شامی ۱۲۸/۲)

باطل اور حرام ہونے کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہ نذر مخلوق کے لیے ہے اور مخلوق کے لیے نذر ماننا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت نہیں ہوتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کے لیے منت مانی گئی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ کو مالک بنانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ خیال ہے کہ اللہ کے علاوہ مردہ بزرگ بھی کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہے، تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

مشہور حنفی فقیہ علّامہ قاسم بن قطلو بغا فرماتے ہیں: آج کل بہت سے عوام جو غیر اللہ کے لیے منتیں مانتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا کوئی عزیز گم شدہ یا بیمار ہوتا ہے تو وہ کسی نیک آدمی کی قبر پر جاتا ہے اور اس کے سرہانے چادر چڑھا کر کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالٰی نے میرا گم شدہ شخص لوٹا دیا یا مریض صحت مند ہوگیا یا میری مراد پوری ہوگئی تو میں اتنا سونا چاندی یا مال یا موم اور تیل پیش کروں گا۔ تو یہ منت بالاجماع حرام اور باطل ہے اور اس کے باطل ہونے کی کئی وجہیں ہیں:

(۱) یہ مخلوق کے لیے منت ہے، جبکہ مخلوق کے لیے منت اور نذر جائز نہیں ہے۔

(۲) یہ عبادت کی ایک شکل ہے اور غیر اللہ کے لیے عبادت درست نہیں۔

(۳) اس منت میں یہ بدعقیدگی پائی جارہی ہے کہ میت شخص اللہ تعالٰی کے بغیر معاملات میں تصرف کا حق رکھتا ہے، حالانکہ غیر اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ موجبِ

کفر ہے۔ (شرح درر البحار بحوالہ الجامع الفرید ۱ ۶۳)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بزرگوں کے لیے جو نذریں حیوانات کی مانتے ہیں اور ان کی قبروں پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں۔ فقہی روایات نے اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ۳ ۷ مکتوب نمبر ۴۱)

الحاصل اولیاء کرام بزرگانِ دین کے مزاروں پر جو منتیں مانی جاتی ہیں اور نذر و نیاز پیش کی جاتی ہے، اوران سے ان بزرگوں کا تقرب مقصود ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اس نذر و نیاز کو قبول کر کے ہمارا کام کر دیں گے، ہماری بگڑی بنا دیں گے اور اگر ہم نے ان کے نام کی منت نہ دی تو ہم سے ناراض ہو جائیں گے، اس سے ہمارے جان و مال، کاروبار، بیوی بچوں کو نقصان پہنچے گا، یہ بالاتفاق حرام اور باطل ہے اور اس کے شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے؛ اور اگر کسی شخص نے ایسی نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا بھی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واگر کسے نذر کرد وفائے نذر نکند کہ احتراز از معصیت بقدر امکان واجب است۔ (ارشاد الطالبین ۱۸)	اور اگر کسی نے ایسی نذر مان لی ہو تو اسے پورا نہ کرے؛ اس لیے کہ جہاں تک ہو سکے گناہ سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

اور اگر کسی نے ایسی نذر مان لی اور اسے پورا بھی کر دیا تو جو چیز نذر و نیاز میں پیش کی گئی ہے وہ غیر اللہ کے لیے نام زد ہونے کی وجہ سے حرام ہو گی اور اس کا استعمال کسی کے لیے جائز نہ ہوگا؛ البتہ جس نے نذر و نیاز پیش کی ہے، جب تک وہ چیز اپنی اصلی حالت میں موجود ہے وہ اپنی منت سے توبہ کر کے اسے واپس لے سکتا ہے۔

یہی حکم اس جانور کا بھی ہے جو غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو کہ جب تک جانور زندہ ہے، منت ماننے والا اپنی منت سے توبہ کر کے اس کو واپس لے سکتا ہے؛ لیکن اگر وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیا گیا، چاہے ذبح کے وقت اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو، اس کا کھانا کسی کے لیے حلال نہ ہوگا۔ اس لیے کہ غیر اللہ کے نام پر یا غیر اللہ کے اعزاز کے لیے جانور ذبح کرنا قطعاً حرام ہے اور ایسا جانور محض مردار ہوتا ہے۔ کسی کے لیے اس کا استعمال حلال نہیں رہتا۔

ارشادِ خداوندی ہے: **وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔** (سورۃ المائدہ ۳) جس جانور (وغیرہ) پر اللہ کے علاوہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔

شیخ الاسلام علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وماأهل لغير اللّٰه به ظاهره أنه ماذبح لغير اللّٰه مثل أن يقال هٰذا ذبيحة لكذا وإذا كان هٰذا هو المقصود فسواء لفظ به أولم يلفظ وتحريم هٰذا أظهر من تحريم ماذبحه للحم وقال فيه باسم المسيح ونحوه۔ فإذا حرم ماقيل فيه باسم المسيح أو الزهرة فلان أن يحرم ما قيل فيه لأجل

فرمانِ باری تعالیٰ: وَمَآ اُهِلَّ إلخ۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ جو اللہ کے علاوہ کے لیے ذبح کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ذبح کیا گیا ہے۔ جب مقصد یہ ہو تو زبان سے ادا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی حرمت اُس جانور کی حرمت سے زیادہ واضح ہے جسے گوشت کھانے کی نیت سے ذبح کیا جائے؛ لیکن ذبح کرتے وقت اس پر مسیح کا نام لیا جائے، جب مسیح یا کسی ستارے کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور حرام

المسيح والزهرة أوقصد به ذلک أولى، وهٰذا يبين لک ضعف قول من حرم ماذبح باسم غيرالله ولم يحرم ماذبح لغير الله وعلى هٰذا فلو ذبح لغير الله متقربًا به إليه لحرم وإن قال فيه بسم الله كمايفعله طائفة من منافقي هذه الأمة الذين يتقربون إلى الأولياء والكواكب بالذبح والبخور ونحو ذلک۔ (اقتضاءالصراط المستقيم ۲/۶۴)

ہے، تو وہ جانور بالاولیٰ حرام ہے جس کے بارے میں کہہ دیا جائے کہ یہ مسیح یا کسی ستارے کے لیے ہے یاایسی نیت کرلی جائے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بات کمزور ہے جو کہتے ہیں کہ غیراللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا جانور تو حرام ہے؛ لیکن غیراللہ کے لیے ذبح کیا گیا جانور حرام نہیں ہے، لہٰذا جو جانور کسی غیراللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے، اگرچہ ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے، جیسا کہ اس امت کے منافقوں کا ایک گروہ کرتا ہے۔ یہ لوگ اولیاء اللہ یا ستاروں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرتے ہیں اور عطریات وغیرہ کے ذریعہ ان کی نذریں مانتے ہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علّامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمراد هنا ماذكر عليه اسم غير الله كلات والعزىٰ إذا كان الذابح وثنيا۔ والنار إذا كان الذابح مجوسياً ولاخلاف في

اِس آیتِ کریمہ میں وہ جانور مراد ہے جس پر غیراللہ کا نام لیا جائے۔جیسا کہ اگر ذبح کرنے والا بُت پرست ہوتو وہ لات وعزیٰ کا نام لے گا۔اور اگر وہ مجوسی ہوتو آگ کا نام لے گا۔ اس طرح کے جانوروں کے حرام

تحریم ھذا وأمثالہ ومثلہ مایقع من المعتقدین للأموات من الذبح علی قبورھم فإنہ مما أھل بہ لغیر اللّٰہ ولافرق بینہ وبین الذبح للوثن۔ (فتح القدیر ۱/۱۹۶)	ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مردہ پرستوں کی طرف سے قبروں پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہ بھی اسی طرح حرام ہیں؛ کیونکہ ان پر غیراللہ کا نام پکارا گیا ہوتا ہے۔ قبروں پر اور بتوں کے استھانوں پر جانور ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وما أھلّ بہ لغیر اللّٰہ۔ أی ماذبح لغیرہ وأصلہ رفع الذابح صوتہ بذکرہ من ذبح لہ۔ (ھدی الساری مقدمہ فتح الباری ۲۰۲)	وما أھلّ إلخ۔ اِس فرمانِ الٰہی سے مراد وہ جانور ہے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کیا جائے۔ اہلال کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اس ہستی کا بلند آواز سے ذکر کرے، جس کے لیے جانور ذبح کیا جا رہا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”درمختار“ میں ہے:

ذبح لقدوم الأمیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لأنہ أھل بہ لغیر اللّٰہ ولو ذکر اسم اللّٰہ تعالٰی۔ (درمختار مع الشامی ۶/۱۹۵)	امیر یا کسی بڑے آدمی وغیرہ کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کرنا حرام ہے؛ کیونکہ اس پر غیراللہ کا نام پکارا گیا ہے۔ اگرچہ اس پر بوقتِ ذبح اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر یہ نیت ہو کہ غیراللہ کا تقرب حاصل ہو تو اگرچہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام

لے کر ذبح کریں تب بھی وہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ (فتاویٰ عزیزیہ ۱/ ۷۴)

معلوم ہوا کہ جو جانور بتوں، دیوی، دیوتاؤں، آستانوں، قبروں اور اولیاء اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو یا ان کے نام پر چھوڑا گیا ہو یا ان کے نام سے ذبح کیا گیا ہو یا ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا گیا ہو، وہ حرام ہے، مردار کے حکم میں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اگر چہ اس کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے۔

بعض لوگوں کو یہاں پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ قربانی کے جانور بھی لوگوں کے نام زد ہوتے ہیں وہ تو حلال سمجھے جاتے ہیں تو پھر اولیاء اللہ کے نام پر جو جانور بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے وہ کیسے حرام ہو جائے گا؟ اس سلسلہ میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اور جو جانور بزرگوں کے نام پر مشہور کر دیا جائے یا نامزد کر دیا جائے یا ان کے اعزاز اور تقرب کے لیے ذبح کیا جائے اس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر عورتیں سب عورتیں ہی ہیں، جسمانی اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے؛ لیکن بعض عورتوں سے نکاح کرنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ جن عورتوں سے شریعت نے نکاح کو حرام قرار دیا ہے اگر کوئی انسان ان سے نکاح کرے گا تو نکاح ہی نہیں ہوگا؛ کیونکہ شریعت نے ان سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، نکاح پڑھانے سے وہ عورتیں حلال نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح جن جانوروں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان کو اگر بسم اللہ پڑھ کر بھی شرعی طریقہ سے ذبح کیا جائے تب بھی وہ حلال نہیں ہو سکتے؛ کیوں کہ شریعت نے ان کو پہلے ہی حرام قرار دیا ہے، دراصل ہمارا مذہب کتابی ہے، رواجی نہیں ہے؛ ہم شریعت کے مکلف ہیں اور اسی کے محتاج ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والوں پر لعنت بھی

فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا: لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ (مسلم ۲/۱۶۰ رقم ۱۹۷۸)

ترجمہ: اس شخص پر اللہ کی پھٹکار ہے، جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے۔

حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

وأمّا الذبح لغیر اللّٰہ فالمراد بہ أن یذبح باسم غیر اللّٰہ کمن ذبح للصنم أو للصلیب أو لموسی أو عیسٰی أو للکعبۃ ونحو ذٰلک وکل ھٰذا حرام ولا تحل ھٰذہ الذبیحۃ سواء کان الذابح مسلما أو نصرانیا أو یھودیا نص علیہ الشافعي واتفق علیہ أصحابنا فإن قصد مع ذلک تعظیم المذبوح لہ غیر اللّٰہ والعبادۃ لہ کان ذٰلک کفراً فإن کان الذابح قبل ذٰلک مسلمًا صار بالذبح مرتداً۔ (شرح النووي علیٰ مسلم ۲/۱۶۰، حدیث ۱۹۷۸)

اور غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر مثلاً کسی بت کے نام پر یا صلیب کے نام پر یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے نام پر یا کعبہ کے نام پر یا اس جیسے کسی نام پر جانور کو ذبح کرنا، تو یہ سب حرام ہے اور ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا، خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا عیسائی ہو یا یہودی ہو۔ اس کی امام شافعیؒ نے صراحت فرمائی ہے اور ہمارے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں۔ اور اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے ساتھ ساتھ مذبوح لہ (جس کے لیے ذبح کیا گیا، یعنی چڑھایا گیا ہے) اس کی تعظیم اور اس کی عبادت (یعنی اجر وثواب کا حصول) مقصود ہو تو یہ عمل کفر ہے، اگر کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو وہ اس عمل کی وجہ سے مرتد ہوجائے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک

مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں گیا اور مکھی ہی کی وجہ سے دوسرا آدمی جہنم میں گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دو آدمیوں کا ایک قبیلے سے گزر رہوا، وہاں ایک بُت تھا جس پر بھینٹ چڑھائے بغیر وہ کسی کو گزرنے نہیں دیتے تھے، انہوں نے ان دو آدمیوں میں سے ایک سے کہا کہ تم بُت پر کچھ بھینٹ چڑھاؤ، اس نے کہا کہ میرے پاس چڑھاوے کے لیے کچھ نہیں ہے، تو انہوں نے کہا کہ کچھ نہ ہو تو ایک مکھی کی ہی بلی دے دو۔ چنانچہ اس آدمی نے مکھی اس بُت پر قربان کر دی، تو ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا، پس وہ بت پر اس مکھی کی قربانی کی بنا پر جہنم کا مستحق بنا، جبکہ دوسرے شخص نے صاف کہہ دیا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کے لیے قربانی پیش نہیں کروں گا؛ چنانچہ اس قبیلے کے لوگوں نے اسے قتل کر دیا، تو وہ جنت میں داخلہ کا مستحق ہوا۔ (کتاب الزھد للامام احمد ۱۷ رقم ۸۴)

الغرض! اللہ کے علاوہ کسی بھی شخص یا مخلوق کے لیے کوئی قربانی اور نذر و منت نہیں پیش کی جا سکتی، اسلام میں یہ قطعاً حرام ہے۔

یہاں یہ بھی جان لینا چاہئے کہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے میں نذر اور منت کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے، اس سے قضا اور قدر کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاتنذروا فإن النذر لا يغني من القدر شيئًا وإنما يستخرج به من البخيل۔ متفق عليه (مشکوٰۃ ۲۹۷)	منتیں نہ مانا کرو؛ کیونکہ منت تقدیر کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتی۔ اس کے ذریعہ تو بس بخیل کا مال نکالا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے

ہیں: منت ماننے کی ممانعت اس اعتقاد کی بنا پر ہے کہ وہ تقدیر کی کسی بات کو ٹال دیتی ہے؛ کیونکہ لوگوں کی عادت تھی کہ وہ اپنی حاجتوں کے پورا ہونے اور مصیبتوں کے دُور ہونے کے لیے منتیں مانا کرتے تھے اور یہ بخیل لوگوں کا وطیرہ ہے؛ اس لیے ان کو روکا گیا؛ لیکن سخی لوگ نذر مانے بغیر اپنے اختیار سے صدقہ خیرات کرتے ہیں، پس اس غرض سے منت ماننے کی جو ممانعت فرمائی گئی ہے، اس میں اِس بات کی ترغیب بھی ہے کہ منت اخلاص کے ساتھ مانی جائے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ۲۹۷)

لیکن آج اخلاص اور اللہ کے نام پر منت ماننے والے بہت کم ہیں۔ اور غیر اللہ کے نام پر منت ماننے والے اور ریاء کاری کرنے والے زیادہ ہیں۔ احادیث میں کہا گیا ہے کہ صدقہ اور خیرات سے بلائیں دُور ہوتی ہیں؛ لیکن نذر ماننے میں ایک قسم کی سوداگری بھی ہے کہ اگر یہ کام ہوا تو صدقہ خیرات کرے گا ورنہ نہیں۔

الغرض! جو منت اللہ کے نام پر مانی جائے، اس سے بھی قضا وقدر کے فیصلے تبدیل نہیں ہوتے۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بزرگوں کے نام پر جو منتیں مانی جاتی ہیں، ان سے خدا کی تقدیر کیسے بدل سکتی ہے، اسی طرح بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ منت ماننے کے بعد اگر کام نہ ہوا تب تو لوگ تقدیر کا رونا روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ اور اگر کام ہو گیا تو اس کو تقدیر کا فیصلہ نہیں سمجھتے؛ بلکہ اس بزرگ کا تصرف سمجھتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ کی منت مانی تھی، اس سے ہمارا کام ہو گیا، مثلاً کسی کا بچہ بیمار ہو جائے تو نذر مانی جاتی ہے کہ اے اللہ کے ولی! اگر میرا بچہ صحیح ہو گیا تو تیرے نام کی اتنی نذر یعنی منت کریں گے، اب اگر اس بچہ کو اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے آرام دے دے تو خوب ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے میرے بچہ کو ٹھیک کر دیا، اور اس کے مزار پر بڑی خوشی کے ساتھ نذر ونیاز پیش

کرتے ہیں اور خوب کفر وشرک کے کام کرتے ہیں اور اگر اس بچہ کو اللہ تعالیٰ دنیا سے اُٹھالے تو پھر ساری بدنامی اللہ کے اوپر، اس ولی پر کچھ نہیں؛ اگر کوئی پوچھے کہ آپ کے بچہ کو آرام نہیں ہوا، آپ نے تو خوب منتیں مانی تھیں، خوب نذر و نیاز پیش کی تھی، تو کہتے ہیں کہ اللہ کو ایسا ہی منظور تھا۔ کس قدر جہالت اور بے وقوفی کی بات ہے۔ یہی وہ جڑ ہے جس سے فساد عقیدہ کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اور جس کے ذریعہ شیطان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے ہٹا کر بندوں کا پجاری بناتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد میں اسی کی بیخ کنی کی ہے، کہ جو منت خدا کے نام کی مانی جائے وہ بھی اس کی قضا اور قدر کے فیصلے کو نہیں بدلتی، چہ جائے کہ وہ منت اس کے عاجز بندوں کے نام پر مانی جائے؛ لہٰذا غیر اللہ مثلاً اولیاء اللہ کے نام سے جو منتیں مانی جاتی ہیں وہ قطعاً حرام ہیں۔ اس عمل سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

اہلِ قبور سے مدد اور مرادیں مانگنا

آج کے دَور کا ایک بڑا مشرکانہ عمل یہ بھی ہے کہ لوگ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزاروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں، ان کے سامنے اپنی ضرورتیں پیش کر کے بگڑی بنانے کی درخواست کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے اولاد کا سوال بھی کیا جاتا ہے اور ان سے دعاؤں کی درخواستیں کی جاتی ہیں۔

یاد رکھیں! افعال دو طرح کے ہیں: ایک اُمورِ عادیہ اور دوسرے اُمورِ غیر عادیہ ہیں۔ اُمورِ عادیہ یعنی ایسے کاموں میں جو انسان کی قدرت اور اختیار میں ہیں صرف زندہ شخص سے مدد طلب کرنا درست ہے، مثلاً کوئی غریب کسی امیر سے کہے کہ میں

محتاج ہوں، میری کچھ مدد کر دیجئے یا مجھے کچھ قرضہ وغیرہ دے دیجئے یا کوئی اپنے بوجھ کو اُٹھانے کے لیے سہارا چاہے، تو یہ شرعاً جائز ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہ۔

اسی طرح زندہ شخص سے دعا کی درخواست کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ چنانچہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عمرہ کے سفر میں جاتے وقت دعا میں یاد رکھنے کی خواہش کی تھی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اگر ان کی ملاقات خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو تو ان سے دعائے مغفرت کی درخواست کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندہ شخص سے دعا کی درخواست کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن مردہ شخص سے دعا کی درخواست کرنا درست نہیں ہے۔ (روح المعانی ۳/ ۲۹۴ بیروت)

اُمورِ غیر عادیہ یعنی ایسے کاموں میں جو انسان کی قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں، کسی بھی شخص سے مدد طلب کرنا حرام اور ناجائز ہے، چاہے وہ زندہ بزرگ ہو یا فوت شدہ ولی یا نبی ہو۔ مثلاً کسی ولی یا نبی سے مرادیں مانگنا، اپنی ضرورتیں پوری ہونے کی درخواستیں کرنا، اولاد، شفا اور بارش وغیرہ طلب کرنا، بلائیں دُور کرنے کی درخواستیں کرنا حرام اور شرک جلی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَاتَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَایَنْفَعُکَ وَلَایَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَ اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَاکَاشِفَ لَہٗ اِلَّاھُوَ وَاِنْ یُرِدْکَ

اور مت پکارو اللہ کے علاوہ ایسے کو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ پھر اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں (مشرکوں) میں سے ہو جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچا دیں تو اس کو اللہ کے

بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (سورۂ یونس آیت ۱۰۶)

علاوہ کوئی ہٹانے والا نہیں ہے، اور اگر اللہ تجھ کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہیں تو اس کے فضل کو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ۔ (سورۂ احقاف ۵)

اور اُس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستی کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہیں کر سکتا اور وہ ان کی دعا سے غافل ہیں۔

آج کل لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر اولاد خاص طور سے لڑکوں کا زیادہ سوال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے فلاں پیر صاحب! ہمیں لڑکا دے دیجیے۔ اب اگر اللہ کے فضل سے لڑکا پیدا ہوجائے تو فوراً خوشیاں منائی جاتی ہیں، مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے فلاں پیر صاحب سے لڑکا مانگا تھا اور لڑکا ہی ہو گیا، پیر صاحب نے ہماری سن لی۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوجائے تو سارے گھر کے لوگ گم سم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے کسی کا انتقال ہو گیا ہو۔ اب نہ مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں اور نہ کسی طرح کی کوئی خوشی ہے، بلکہ غم کا ماحول ہے؛ اگر کوئی اتفاقیہ پوچھ لے کہ آپ کے یہاں بچہ پیدا ہونے والا تھا، کیا ہوا؟ تو منھ لٹکا کر کہتے ہیں کہ بھائی لڑکی ہوئی ہے اللہ کی مرضی سے، کس قدر جہالت کی بات ہے کہ لڑکی پیدا ہو تو اللہ کی مرضی اور اگر لڑکا پیدا ہو تو پیر صاحب کی مرضی اور بابا کا چمتکار؛ گویا کہ اللہ کے اختیار میں بس لڑکیاں ہی ہیں اور لڑکوں کا ٹھیکہ پیر صاحب اور باباؤں نے لے رکھا ہے۔ معاذ اللہ؛ یاد رکھیں! لڑکی پیدا ہو یا لڑکا یا دونوں میں سے جو بھی پیدا ہو، وہ سب اللہ

کی مرضی اور اللہ کے اختیار سے ہی ہوتا ہے، اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، نہ کوئی ولی دخل دے سکتا ہے نہ پیر صاحب، نہ انبیاء علیہم السلام دخل دے سکتے ہیں، نہ فرشتے؛ جو بھی ہوگا اللہ ہی کی مرضی اور اسی کے حکم سے ہوگا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَایَشَآئُ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآئُ اِنَاثًاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآئُ الذُّکُوْرَ۔ اَوْیُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآئُ عَقِیْمًا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ

(سورۂ شوریٰ ۵۰-۴۹)

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکوں سے نوازتا ہے یا پھر جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

اِس آیتِ کریمہ میں کہا جارہا ہے کہ ساری کائنات کا خالق و مالک اور زمین و آسمانوں میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا ہے نہیں ہوتا ہے، جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے، جو چاہے پیدا کرے اور بنائے؛ جسے چاہے صرف لڑکیاں دے، جیسے حضرت لوطؑ؛ جسے چاہے صرف لڑکے عطا کرے، جیسے حضرت ابراہیمؑ؛ جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کرے، جیسے حضرت محمدؐ؛ جسے چاہے بے اولاد رکھے، جیسے حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔

اِس سے پتہ چلا کہ کسی بڑے سے بڑے ولی، بزرگ اور نبی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کو اولاد سے نواز دے یا کسی کی حاجت پوری کردے؛ لہٰذا اگر اولاد مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگی جائے، یا کوئی بھی ضرورت ہو، اس کے لیے اللہ ہی کے سامنے

ہاتھ پھیلائے جائیں۔ اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کو قادر یا داتا سمجھ کر اس کے آگے ہاتھ پھیلانا شرک ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ (سورۂ فاطر، آیت ۱۳)

جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

دے تو وہ سکتا ہے جو مالک ہو۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے کہ تم جن کو حاجت رواں سمجھ کر پکارتے ہو، چاہے وہ نبی ہوں یا ولی، فرشتے ہوں یا جن یا اور کوئی ہو، اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ کھجور کی گٹھلی پر جو ایک سفید سی جھلی ہوتی ہے وہ اس پتلی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں؛ تو پھر وہ تم کو کیا دے سکتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِاجْتَمَعُوْا لَہٗ، وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ، ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۔ (سورۂ حج، آیت ۷۳)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے اس کو کان لگا کر سن لو، اللہ کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگرچہ سارے کے سارے جمع ہوجائیں، (مکھی بنانا تو دُور کی بات) اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے کر بھاگے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے، مدد مانگنے والے بھی کمزور ہیں اور جن سے مدد مانگی جارہی ہے وہ بھی کمزور ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال دے کر ہم کو سمجھا رہا ہے کہ تم جن جن کو بھی حاجت رواں سمجھ کر پکارتے ہو، ان کے نام کے نعرے لگاتے ہو، ان کے سامنے ادب سے سر جھکا کر

دعائیں مانگتے ہو، اگر وہ سارے کے سارے، چاہیں وہ نبی ہوں یا ولی، امام ہوں یا درویش، فرشتے ہوں یا جن یا اولیاء کرام ہوں، غرض کوئی بھی ہو، اگر سب کے سب جمع ہو کر اس بات پر اتفاق کرلیں کہ ایک مکھی پیدا کرنی ہے تو یہ لوگ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، مکھی بنانا تو دُور کی بات ہے ان کے مزاروں پر جو حلوہ، مالیدہ، شربت، کھچڑا اور نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہیں، ان میں سے اگر مکھی کچھ لے کر بھاگے وہ مکھی سے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے؟ ان باتوں میں یہ دونوں گئے گزرے ہیں۔ نہ تو مانگنے والوں کو مل سکتا ہے اور نہ وہ دے سکتے ہیں جن سے مانگا جا رہا ہے۔

اتنی صاف اور روشن دلیل قرآن کے اندر ہونے کے باوجود پھر کیوں غیروں سے مرادیں مانگی جا رہی ہیں؟ کیوں اولیاء کی قبروں کو پوجا جا رہا ہے؟ کیوں ان کے سامنے حاجتیں پیش کی جا رہی ہیں؟ یہ جہالت اور گمراہی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

إذا استعنت فاستعن بالله وإذا سألت فاسئل الله۔ (ترمذی ۲/۷۸ سعید)

جب تو مدد مانگے تو خدا ہی سے مانگ اور جب تو کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ ہی سے کر۔

اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: **من مات وھو یدعو من دون اللہ نداً دخل النار** (بخاری۔ باب ۲۲ آیت ۱۶۵)

ترجمہ: جو آدمی اس حال میں مرجائے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو شریک بنا کر پکارا کرتا تھا، وہ جہنم میں جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "**الفوز الکبیر**" میں لکھتے ہیں:

والشرک أن يثبت لغير اللّٰہ تعالٰى شيئًا من الصفات المختصة به تعالٰى كالتصرف في العالم بالارادة الذي يعبر عنه بكن فيكون ۔۔۔أو الإيجاد لشفاء المريض أو اللعن علٰى شخص والسخط عليه حتى يقدر عليه الرزق أو يمرض أو يشقى بسبب ذٰلک السخط أو الرحمة لشخص حتى يبسط له الرزق ويصح بدنه ويسعد بسبب هٰذه الرحمة۔

(الفوزالکبیر ۲۱۔مکتبہ حجاز)

اور وہ صفات جو اللہ رب العالمین کے ساتھ خاص ہیں، ان کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔جیسے کائنات میں تصرف کرنا اپنے ارادہ سے، جس کو کن فیکون کہا جاتا ہے۔۔۔ یا بیمار کو شفا بخشنا یا کسی شخص پر لعنت کرنا، یا کسی پر ایسا ناراض ہونا کہ اس پر روزی تنگ ہوجائے یا بیمار ہوجائے، یا اس ناراضگی کی وجہ سے بد بخت ہوجائے، یا کسی آدمی پر ایسا مہربان ہونا کہ اس کے لیے روزی کشادہ ہوجائے اور اس کا بدن تندرست ہوجائے اور وہ اس مہربانی کی وجہ سے نیک بخت ہوجائے۔ (ظاہر ہے کہ یہ صفات اللہ کے ساتھ خاص ہیں غیر اللہ کے لیے ان کو ثابت ماننا شرک ہے)

علّامہ محمد طاہر پٹنی ”مجمع بحار الانوار“ میں لکھتے ہیں:

فإن منهم من قصد بزيارة قبور الأنبياء والصلحاء أن يصلى عند قبورهم و يدعو عندهما ويسألهم الحوائج وهٰذا لايجوز عند أحد من علماء

بعض لوگ نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنے اس لیے جاتے ہیں کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھیں اور ان کے پاس دعائیں مانگیں اور ان سے اپنی ضرورتوں کا سوال کریں؛ اور یہ علماء مسلمین

المسلمين فإن العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حقّ للہ وحدہ۔ (مجمع بحارالانوار ۲/۴۳)	میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ عبادت اور ضرورتوں کا طلب کرنا اور مدد مانگنا صرف اللہ ہی کا حق ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ''ارشاد الطالبین'' میں فرماتے ہیں:

دعا از اولیاء مردگان یا زندگاں واز انبیاء جائز نیست۔ رسولِ خدا فرمود الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا خواستن از خدا عبادت است بستر ایں آیت خواند وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ آنچہ جہاں می گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئا للہ جائز نیست شرک و کفر است۔ (ارشاد الطالبین ۱۸)	فوت شدہ یا زندہ بزرگوں سے اور انبیاء علیہم السلام سے دعائیں مانگنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ إلخ اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوں گے۔ اور جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا لِلّٰہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئا لِلّٰہ یہ جائز نہیں ہے، شرک اور کفر ہے۔

واضح رہے کہ غیر اللہ سے مدد اور مرادیں مانگنا اور ان کو داتا سمجھنا مشرکین کا کام تھا۔ مشرکین اپنے مقاصد کے لیے غیر اللہ (بتوں) سے مدد طلب کیا کرتے تھے اور انہی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔ انہی کے سامنے شفا، اولاد اور مالداری

وغیرہ کا سوال کیا کرتے تھے، دیکھتے دیکھتے یہ شرکیہ رسم مسلمانوں میں بھی گھس آئی اور جاہل مسلمان بھی اولیاء اللہ کی قبروں اور مزارات پر جا کر دستِ سوال دراز کرنے لگے اور بزرگانِ دین کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگے؛ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغۃ" میں فرماتے ہیں:

ومنها أنّهم كانوا يستعينون بغير الله في حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير وينذرون لهم يتوقعون إنجاح مقاصدهم بتلك النذور ويتلون أسمائهم رجاء بركتها فأوجب الله تعالٰى عليهم أن يقولوا في صلاتهم إياك نعبدو إياك نستعين وقال تعالٰى فلاتدعوا مع الله أحدا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۲۱)

اور انہی میں سے یہ بھی ہے کہ مشرکین اپنے اغراض کے لیے غیر اللہ سے مدد طلب کیا کرتے تھے، بیمار کی شفا اور غریبوں کی مالداری ان سے طلب کرتے تھے۔ اور ان کی نذریں مان کر اپنی ضرورتوں کے حاصل ہونے کی توقع رکھتے تھے۔ اور ان کی برکات کی اُمید میں ان کے ناموں کا ورد کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالٰی نے لوگوں پر واجب کیا کہ یہ پڑھا کریں: اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کسی سے مدد نہ چاہو۔

نیز حضرت شاہ صاحب "تفہیمات الٰہیہ" میں فرماتے ہیں: **كل من ذهب إلٰى بلدة اجميرى أو إلٰى قبر سالار مسعود الخ۔** جو شخص اپنی حاجت روائی کے لیے اجمیر جائے یا سیّد سالار مسعودی کے مزار پر، یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے، یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ کیا، ایسا گناہ کہ جو زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے؛ کیا وہ اس مشرک کے مانند نہیں ہے جو اپنی خود بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے

اور جولات وعزیٰ جیسے بتوں کو اپنی حاجتوں کے لیے پکارتا ہے؟ (تفہیمات الٰہیہ)

یہاں یہ وضاحت کر دینی بھی مناسب ہے کہ کچھ قبر پرستوں نے اپنے اس غلط اور شرکیہ عمل کی تائید میں یعنی اہلِ قبور سے مدد اور مرادیں مانگنے کے سلسلہ میں ایک غلط روایت عوام میں چلا رکھی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

إذا اعييتكم الأمور فعليكم بأهل القبور أو فاستغيثوا بأهل القبور

جب تمہارے اعمال تمہیں تھکا دیں تو تم اہلِ قبور سے مدد چاہو۔

یعنی جب انسان پریشان ہو کر مجبور ہو جائے اور سارے دروازے اس پر بند ہو جائیں تو اس کو قبر والوں سے مدد مانگنی چاہئے۔ اس روایت کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ من گھڑت ہے، تمام محدثین کے نزدیک سراپا موضوع اور باطل ہے، پیغمبر علیہ السلام کی طرف اس کا انتساب کھلا ہوا بہتان ہے؛ چنانچہ علّامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهو حديث مفترى على رسول اللهؐ صلّى الله عليه وسلم باجماع العارفين بحديثه لم يروه أحد من العلماء ولا يوجد في شئ من كتب الحديث المعتمدة وقد نهى النبيؐ عن اتخاذ القبور المساجد ولعن على ذلك فكيف يتصور منه عليه الصلٰوة والسلام الأمر بالاستعانة والطلب من أصحابها سبحانك هٰذا بهتان عظيم۔ (روح المعانی ۱۸۷/۴)

یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سراسر بہتان ہے جس پر حدیث کے جانکار تمام علماء کا اجماع ہے۔ اور کسی بھی معتبر عالم نے یہ روایت نقل نہیں کی ہے اور نہ ہی کسی معتمد کتاب میں یہ روایت پائی جاتی ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور اس پر لعنت فرمائی ہے تو بھلا یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس ممانعت کے باوجود پیغمبر علیہ السلام ان ہی قبر والوں سے مدد طلب کرنے کا حکم دیں۔ اللہ کی ذات پاک ہے، یقینا یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

عرس کے موقع پر لنگر کے نام کا کھانا کھانا

عرس کے موقع پر لنگر کے نام سے مزارات پر کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔طرح طرح کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں اور مرد وعورتوں کا ہجوم اس کو کھاتا ہے، وہ دراصل مزار پر چڑھاوا ہوتا ہے؛ اس لیے کہ اس سے اصل مقصود صاحبِ مزار کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اگر یہ کھانا محض اللہ کے نام پر ہوتا، تو اس میں کسی جگہ، وقت اور زمانے وغیرہ کی کوئی تخصیص نہ کی جاتی، حالانکہ اس میں ہر قسم کی تخصیص ہوتی ہے، کوئی عقیدت منداپنے گھر لنگر نہیں کرتا اور نہ عام دنوں میں لنگر کیا جاتا؛ بلکہ اس کے لیے صاحبِ مزار کے عرس کا التزام رائج ہے؛ لٰہذا یہ عمل ناجائز اور بدعت ہے۔اور لنگر کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔(امداد المفتین ۱۶۸)

اور اگر لنگر کے کھانے غیر اللہ مثلاً پیر صاحب وغیرہ کے نام سے تیار کیے جائیں، تو ان کا کھانا بالکل حرام ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (المائدہ ۳)　　اور حرام ہے، وہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

اِس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے یا غیر اللہ کے لیے نامزد کردی جائے یا اس سے غیر اللہ مثلاً کسی پیر وغیرہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو تو اس کا کھانا حرام ہے۔

شریعت میں قبروں کی زیارت کا مقصد اور حکم

شروع اسلام کے زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع فرمادیا تھا؛ کیونکہ اسلام نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں، جو کفر و شرک، بُت پرستی، قبر پرستی کا دَور تھا، اہلِ قبور سے مرادیں مانگی جاتی تھیں اور انہی کو داتا اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا، قبروں پر سجدے کیے جاتے تھے، اور قبرستان جا کر طرح طرح کی بدعات وخرافات اور مشرکانہ اعمال انجام دیئے جاتے تھے، عقائد میں بگاڑ اور فساد کی کوئی انتہا نہ تھی، بدعقیدگیاں اپنے عروج پر تھیں، اسلام تو آیا ہی تھا ان بدعقیدگیوں اور مشرکانہ رسم ورواج کو ختم کرنے کے لیے؛ چنانچہ شروع زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان جانے اور قبروں کی زیارت کرنے سے مطلقاً منع فرمادیا تھا، تاکہ قبر پرستی اور مشرکانہ رسم و رواج کا خاتمہ ہو اور عقائد کی اصلاح ہو؛ پھر جب اسلام مضبوط ہوگیا، ہر چہار سو ہدایت کی ہوائیں چلنے لگیں، لوگ قبر پرستی، بُت پرستی اور مشرکانہ اعمال سے توبہ کرنے لگے، لوگوں کے دل تمام مشرکانہ اعمال چھوڑ کر خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف مائل ہونے لگے، وہ توحید اور شرک و بدعات کے حدود سے خوب واقف ہوگئے اور دین کو اچھی طرح سمجھنے لگے، جس کے نتیجے میں ایک صالح معاشرہ تشکیل پانے لگا، تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان جانے اور قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی۔

علّامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح **"عمدۃ القاری"** میں فرماتے ہیں:

ومعنى النهي عن زيارة القبور إنما كان في أوّل الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان واتخاذ القبور مساجد فلما استحكم الإسلام وقوى في قلوب الناس وامنت عبادة القبور والصلاة إليها نسخ النهي عن زيارتها۔ (عمدۃالقاری۸/۷۰)	اورقبروں کی زیارت سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شروع اسلام کے زمانہ میں لوگ بتوں کی عبادت اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھے، پھر جب اسلام مضبوط ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں مضبوطی کے ساتھ بیٹھ گیا، اور قبروں کی عبادت اور ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے سے لوگ محفوظ ہوگئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت منسوخ ہوگئی۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها۔ (مسلم ۱/۳۱۴۔ ترمذی ۱/۲۰۳) میں تم کو (پہلے) قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا (سنو!) اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

اِس ارشاد میں قبروں کی زیارت کا حکم دیا گیا؛ لیکن اس زیارت کا مقصد نعوذ باللہ اہلِ قبور سے استعانت یا ان کی بے جا تعظیم وتکریم نہیں ہے؛ بلکہ اس زیارت کا مقصد دنیا سے بے زاری، اپنی موت کی یاد دہانی، آخرت کی تیاری اور اس کی فکر ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

زوروا القبور فإنها تذكر الموت۔ (صحیح مسلم ۱/۳۱۴)	قبروں کی زیارت کیا کرو؛ اس لیے کہ وہ موت کو یاددلاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة۔ (ابن ماجه ۱۵۷۱)	میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا، تم اب قبروں کی زیارت کیا کرو؛ اس لیے کہ وہ دنیا سے بیزاری اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمھیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا؛ لیکن اب سنو! قبروں کی زیارت کیا کرو؛ کیونکہ وہ دلوں کو نرم کرتی ہے، آنکھ سے آنسو جاری کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (رواہ الحاکم، شرح الصدور ۴۹)

علّامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ”عمدۃ القاری“ میں فرماتے ہیں:

وإنما رخصت الزيارة لتذكر أمر الآخرة وللاعتبار بمن مضى وللتزهد في الدنيا۔ (عمدۃ القاری ۸/۷۰)	اور بیشک قبروں کی زیارت کی اجازت اس لیے دی گئی ہے، تاکہ آخرت کے اُمور کو یاد کیا جائے اور گزرے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کی جائے اور دنیا سے بیزاری اختیار کی جائے۔

فقہائے امت کا اتفاق ہے کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ الغرض! گاہے بگاہے قبرستان جانا چاہئے، وہاں جا کر اپنی موت کو یاد کرکے آخرت کی تیاری کا جذبہ دل میں پیدا کرنا چاہئے، مرنے کے بعد کے احوال کے بارے میں غور کرنا چاہئے، اور یہ سمجھنا چاہئے کہ آج یہ لوگ جو قبروں میں مدفون ہیں، ایک وقت

وہ تھا جب وہ بھی ہماری طرح دنیا میں رہتے سہتے تھے، کھاتے پیتے تھے؛ لیکن آج اپنی قبروں میں عذاب میں ہیں یا ثواب میں؟ ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ ان پر کیا گزر رہی ہے؟ ہمیں کچھ علم نہیں، ہمیں بھی ایک دن یہاں پہنچنا ہے۔ اگر اس سوچ اور فکر کے ساتھ قبروں پر حاضری دی جائے تو یقینا دلوں میں نرمی پیدا ہوگی، انسانی زندگی کا مقصد سمجھ میں آئے گا، معرفتِ الٰہی اور آخرت کی تیاری کا جذبہ پیدا ہوگا، جیسا کہ احادیث میں کہا گیا ہے۔

لیکن اگر قبروں کو کھیل، تماشہ، تفریح، اودھم بازی، بدعات وخرافات، رسم و رواج اور کفر وشرک کا مرکز بنالیا جائے، گانا، باجا، رقص وسرود کی محفلیں منعقد کی جائیں اور تمام قسم کی بے حیائیاں کی جائیں؛ جیسا کہ آج کل بہت سے مزارات اور درگاہوں پر ہو رہا ہے، تو یہ سخت ناجائز، حرام اور گناہِ عظیم ہے۔

مشہور حنفی عالم علّامہ احمد رومی رحمۃ اللہ علیہ ''مجالس الابرار'' میں لکھتے ہیں کہ قبر کی زیارت دو قسموں پر مشتمل ہے:

(۱) زیارتِ شرعی: جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق قبر پر حاضری دی جائے، جس میں دو باتیں مقصود ہوں:

اوّل: نصیحت وعبرت حاصل کرنا (اپنی موت کو یاد کرنا)

دوم: اہلِ قبور کو سلام کرکے ان کے حق میں دعا کرنا۔

اس مقصد کے پیشِ نظر زیارت قبور کی یقیناً اجازت ہے۔

(۲) زیارتِ بدعی: اس کی صورت یہ ہے کہ قبر پر نماز پڑھنے، اس کا طواف کرنے، اس کا بوسہ لینے، اس پر اپنے چہرے کو رگڑنے، اس کی خاک حاصل کرنے اور اہلِ قبور سے فریاد کرکے ان سے مدد مانگنے وغیرہ کے لیے قبروں پر جانا، جیسا کہ

زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے پجاری بتوں سے استدعا کیا کرتے تھے، تو اس طرح قبروں کی زیارت دراصل مشرکین کے طرزِ عمل سے ماخوذ ہے، اور باتفاق جمیع مسلمین یہ ہرگز مشروع نہیں ہے، یہ کام نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور نہ آپ کے صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ کرامؒ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ الخ (بحوالہ الجامع الفرید ۱۶۳-۶۳۲)

زیارتِ قبور کا طریقہ

علمائے احناف نے زیارتِ قبور کے لیے ایک خاص طریقہ بیان فرمایا ہے؛ چنانچہ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

وإذا أراد زيارة القبور يستحب له أن يصلي في بيته ركعتين يقرأ في كل ركعة الفاتحة وآية الكرسي مرة واحدة والاخلاص ثلاث مرات ويجعل ثوابها للميت يبعث الله تعالٰى إلى الميت في قبره نورًا و يكتب للمصلي ثواباً كثيراً ثم لايشتغل بمالايعنيه في الطريق فإذابلغ المقبرة يخلع نعليه ثم يقف مستدبر القبلة مستقبلا

جب زیارتِ قبور کا ارادہ کرے، تو مستحب ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت (نفل نماز) پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے، پھر اس کا ثواب میت کو پہنچادے (یعنی اس کی روح کو بخش دے) تو اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں ایک نُور بھیجتا ہے اور مصلی (یعنی نماز پڑھ کر اس کا ثواب بخشنے والے) کو بھی بہت زیادہ ثواب عطا کرتا ہے، پھر قبرستان کی طرف جائے، اور راستے میں

لوجه الميت ويقول السلام عليكم يا أهل القبور و يغفر اللّٰہ لنا ولكم أنتم لنا سلف ونحن بالأثر كذا في الغرائب۔ وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا في خزانة الفتاوى۔
(فتاوی ہندیہ ۴/ ۳۱۷)

بے کار باتوں میں مشغول نہ ہو، پھر جب قبرستان پہنچے تو اپنی جوتیاں اُتا دے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے میت کی طرف منھ کر کے یوں سلام کرے، اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ ہمارے اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے، تم ہم سے پہلے گزر گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔ پھر جب میت کے واسطے دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف منھ کرے اور قبر کی طرف پیٹھ (اس لیے کہ دعا کے لیے مخاطب خدا سے ہے)

عورتوں کا قبرستان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا

عام حالات میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے؛ کیوں کہ اس سلسلہ میں روایات متعارض ہیں، بعض روایات سے جواز اور بعض سے ممانعت ثابت ہوتی ہے، اسی بناء پر بعض علماء نے چند شرائط کے ساتھ جائز کہا ہے اور بعض نے مطلقاً منع کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ خاص صورت میں شرائط کے ساتھ عورتوں کے لیے بھی زیارتِ قبور جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک ''زوروا القبور'' کے عموم سے پتہ چلتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے، انہوں نے علماء کے

اختلافات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کی اجازت ہے، پھر ابن تیمیہ نے اپنا نقطۂ نظر اس کے برخلاف پیش کیا ہے اوراس کے دلائل بھی لکھے ہیں۔ (دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۴/ ۳۴۳-۳۵۶)

لیکن آج جس ماحول میں ہم سانس لے رہے ہیں، جوکہ فتنہ، فساد اور بدعقیدگیوں کا دَور ہے، ایسے ماحول میں عام حالات میں عورتوں کے لیے قبرستان جانا ہرگز درست معلوم نہیں ہوتا، نیز آج کل عورتیں عقائد کی کمزوری کی بنا پر مزارات پر جاکر بدعات وخرافات انجام دیتی ہیں اورنعوذ باللہ شرکیہ وکفریہ اعمال بھی انجام دیئے جاتے ہیں؛ بلکہ انہی کاموں کے لیے آج کل مزاروں پر حاضری دی جاتی ہے، جو ناجائز اورحرام ہے، جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جن بعض فقہی عبارات سے کچھ قیودات کے ساتھ عورتوں کے لیے قبروں پر جانے کی اجازت مفہوم ہوتی ہے، آج کی صورتِ حال اورمشاہدات کو سامنے رکھ کر ان عبارتوں کی زیادہ اہمیت نہیں رہ جاتی۔

اسی لیے مشہور حنفی عالم شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''غنیۃالمتملی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

والذي ينبغي أن يكون التنزيه مختصاً بزمنه عليه الصلوٰة والسلام حيث كان يباح لهن الخروج للمساجد والأعياد وغيرذلك، وأن يكون في زماننا للتحريم

اورمناسب بات یہ ہے کہ عورتوں کے قبرستان جانے کا مکروہِ تنزیہی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کے ساتھ خاص تھا؛ کیونکہ اس دَور میں انہیں مسجد اور

لما في خروجهن من الفساد وفي كفاية الشعبي سئل القاضي عن جواز خروج النساء إلٰى المقابر فقال لايسأل عن الجواز والفساد في مثل هٰذا وإنما يسئل عن مقدار مايلحقها من اللعن فيه واعلم أن كلما قصدت الخروج كانت في لعنة اللّٰہ وملائكته وإذا خرجت تحفه الشياطين من كل جانب، وإذا أتت القبور يلعنها روح الميت وإذا رجعت كانت في لعنة اللّٰہ۔ (غنية المتملى ۵۹۴، تاتارخانية ۹۴/۳)	عیدگاہ وغیرہ میں آنے کی (ضرورتاً) اجازت تھی؛لیکن ہمارے زمانہ میں یہ کراہت تحریمی ہونی چاہئے؛ کیونکہ عورتوں کے نکلنے میں فساد ہی فساد ہے؛ اور کفایت الشعبی میں منقول ہے کہ قاضی سے پوچھا گیا: عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس مسئلہ میں جواز وفساد کا سوال نہ کرو؛ بلکہ یہ پوچھو کہ کتنی مقدار میں وہ عورت لعنت کی مستحق ہوگی اور یقین کرلو کہ جب بھی عورت مزارات پر جانے کا ارادہ کرے گی اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت شروع ہوجائے گی، اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو ہر طرف سے شیاطین اس کو گھیر لیں گے، اور جب وہ قبر پر آئے گی تو میت کی روح اس پر لعنت بھیجے گی، اور جب وہ لوٹ کر جائے گی تو اللہ کی لعنت لے کر جائے گی۔

یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ آج کل عورتوں کے قبرستان اور مزارات پر جانے سے کس قدر مفاسد اور فتنے پیدا ہوگئے ہیں۔ نہ صرف عورتوں کے عقیدے بگڑ رہے ہیں، بلکہ بے حیائی اور بدکاریوں کے دروازے بھی کھل رہے ہیں۔ ان تمام بدعقیدگیوں اور فتنوں کے ہوتے ہوئے قبرستان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر عورتوں

کی آمدورفت کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر قرطبی" میں لکھتے ہیں:

قلت زيارة القبور للرجال متفق عليه عند العلماء مختلف فيه للنساء۔ أما الشباب فحرام عليهن الخروج وأما القواعد فمباح لهن ذلک و جائز لجميعهن ذلک إذا انفردن بالخروج عن الرجال ولايختلف في هٰذا إن شاء اللّٰه۔ و علٰى هٰذا المعنٰى يكون قوله (زوروا القبور) عاما و أما موضع أو وقت يخشى فيه الفتنة من اجتماع الرجال والنساء فلايحل ولايجوز۔

(تفسیر القرطبی ۲۰/۱۷۰)

میں کہتا ہوں: قبروں کی زیارت کرنا مردوں کے لیے علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے (جائز ہے)۔ عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کے سلسلہ میں اختلاف ہے، بہرحال جوان عورتوں کے لیے نکلنا حرام ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مباح (جائز) ہے؛ اور جائز ہے ان سب کے لیے، یہ اس وقت ہے جبکہ وہ مردوں سے علیحدہ ہو کر جائیں، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول زوروا القبور (قبروں کی زیارت کیا کرو) کے عموم کا یہی مفہوم ہے۔ اور بہرحال (عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لیے) ایسے وقت یا ایسی جگہ جانا جہاں عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے فتنہ کا ڈر ہو تو یہ حرام اور ناجائز ہے۔

علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح "عمدۃ القاری" میں فرماتے ہیں:

وحاصل الكلام من هٰذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام في هٰذا الزمان ولا سيما نساء مصر لأن خروجهن علٰى وجه فيه الفساد والفتنة۔
(عمدۃالقاری ۶/۹۶ زکریا)

اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا عورتوں کے لیے مکروہ ہے، بلکہ حرام ہے اس زمانہ میں؛ خاص طور سے شہر کی عورتوں کے لیے؛ اس لیے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ اور فساد ہی ہے۔

عالمِ عرب کے مشہور عالم وفقیہ عبد الرحمن الجزیری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

وكما تندب زيارة القبور للرجال تندب أيضا للنساء العجائز اللاتي لايخشٰى منهن الفتنة إن لم تؤد زيارتهن إلٰى ندب أو النياحة وإلا كانت محرمة۔ أما النساء اللتي يخشٰى منهن الفتنة ويترتب علٰى خروجهن لزيارة القبور مفاسد كما هو الغالب علٰى نساء هٰذا الزمان فخروجهن للزيارة حرام باتفاق الحنفية۔
(الفقه على المذاهب الاربعة ۱/۴۹۱)

اور جس طرح قبروں کی زیارت مردوں کے لیے مستحب ہے، اسی طرح ان بوڑھی عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے جن کے بارے میں فتنے کا کوئی خوف نہ ہو۔ یہ اس وقت ہے جبکہ ان کی زیارت رونے چلانے اور نوحہ کرنے تک نہ پہنچائے، (اور اگر قبروں پر جا کر رونا دھونا کریں) تو پھر ان کا جانا حرام ہے، اور بہرحال وہ عورتیں جن کے بارے میں فتنہ کا ڈر ہے اور ان کے قبروں کی زیارت کے لیے نکلنے میں بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ اس زمانہ کی اکثر عورتوں کا یہی حال ہے، تو قبروں کی زیارت کے لیے ان کا جانا حرام ہے اور یہ حنفیہ کا متفق علیہ مذہب ہے۔

معلوم ہوا کہ آج کل عورتوں کا قبرستان اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا درست نہیں ہے۔ اور اگر وہاں جا کر بدعات وخرافات اور مشرکانہ اعمال انجام دیں جیسا کہ آج کل انہی کاموں کے لیے مزارات پر حاضری دی جاتی ہے، تو زیارتِ قبور کے لیے ان کا جانا سخت ناجائز اور حرام ہے، ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے۔

عورتوں کا اولیاء اللہ کے نام سے روزے رکھنا

بعض عورتیں اولیاء اللہ، پیروں اور بیبیوں کے نام سے روزے رکھتی ہیں، خصوصاً ان کے عرس کے موقع پر، اور اکثر عورتیں اپنی طرف سے اولیاء کے نام گھڑ کر ان کے نام پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں۔ اور ہر روزے کے افطار کے لیے خاص اہتمام کرتی ہیں، ان روزوں کے لیے دنوں کو مقرر کر لیتی ہیں اور عرس کے ایام کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے؛ اپنی حاجتوں اور مقصدوں کو ان روزوں پر موقوف کرتی ہیں، ان روزوں کے ذریعہ ان پیروں اور بیبیوں سے حاجتیں طلب کرتی ہیں اور ان روزوں کے ذریعہ ان کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا جانتی ہیں۔

واضح رہے کہ یہ سب عبادت میں شرک ہے۔ بعض عورتیں اس کی یہ توجیہہ کرتی ہیں کہ ہم ان روزوں کو خدائے تعالیٰ کے لیے رکھتے ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتے ہیں؛ یہ محض حیلہ اور بہانہ ہے اس طرح کے روزوں کی شریعت میں کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ (دیکھئے: مکتوبات امام ربانی ۳/ ۱۰۳۔ مکتوب نمبر ۴۱)

اولیاء اللہ کے بارے میں ضروری وضاحت

روئے زمین پر ہردَور میں اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جو متقی و پرہیزگار ہوتے ہیں، عبادت گزار، شب بیدار، فنا فی اللہ اور کتاب وسنت کی جیتی جاگتی تصویر ہوتے ہیں۔ جن کا ظاہر و باطن شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔ پوری زندگی شریعت وسنت کے مطابق گزارتے ہیں اور تمام عمر دین کی فکر اور اسی کی جدوجہد میں لگادیتے ہیں۔ انہی خوبیوں کی بناء پر بعض مرتبہ ان کے ہاتھوں پر کرامات وغیرہ بھی ظاہر ہوجاتی ہیں۔ انہی لوگوں کو ولی، بزرگ اور صوفی وغیرہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایمان والے بحیثیت مومن سب برابر ہیں، لیکن اللہ کے ولی اور بزرگانِ دین اپنی خوبیوں اور کمالات کی بنا پر درجات میں عام مومنین سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے مطابق ان کو ایک خاص درجہ اور مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے، اسی مرتبہ کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص لطف وکرم رہتا ہے، ان کا مقام ومرتبہ اور زندگیاں قابلِ رشک اور لائقِ تعریف ہوتی ہیں؛ لیکن اسی رشک اور تعریف میں بعض لوگ آگے بڑھ جاتے ہیں، اور عقیدت میں اتنا غلو کرجاتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کا درجہ انبیاء اور رسولوں کے برابر بلکہ ان سے بھی بڑھا کر اللہ کے برابر سمجھنے لگتے ہیں؛ بلکہ بعض جاہل مسلمان تو انہی اولیاء اللہ کو خدا سمجھنے لگتے ہیں، ان کے مزاروں پر جاکر دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ انہی سے مرادیں مانگتے ہیں، انہیں سے اولاد کا سوال کرتے ہیں، اپنی ساری

ضرورتیں خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو چھوڑ کر انہی کے سامنے پیش کرتے ہیں، جبکہ اولیاء اللہ خود محتاج ہوتے ہیں، ساری زندگی وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں، خدا ہی سے مانگتے ہیں، اپنی ساری ضرورتیں خدا ہی کے سامنے رکھتے ہیں؛ لیکن المیہ یہ ہے کہ بعض اسلام کے نام لیوا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کو چھوڑ کر ان اولیاء اللہ کو ہی متصرف فی الکائنات سمجھتے ہیں؛ یہی وہ بنیادی غلطی ہے، جو لوگوں کو گمراہی کے دہانے پر لے جاتی ہے اور جس سے فسادِ عقیدہ کی شاخیں پھوٹتی ہیں اور نسلوں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔

بیشک اولیاء اللہ کا مقام ومرتبہ ہم سے بڑھا ہوا ہے۔ وہ خدا کے مقرب بندے ہوتے ہیں، ہم ان کے مقام ومرتبے کو نہیں پہنچ سکتے؛ لیکن ان کو کسی بھی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے، نہ وہ کسی کی بگڑی بنا سکتے ہیں، نہ وہ کسی کو اولاد دے سکتے ہیں، نہ وہ کسی کی کوئی مصیبت دُور کر سکتے ہیں اور نہ وہ کسی کی کوئی بھی ضرورت پوری کر سکتے ہیں؛ کیونکہ یہ تمام چیزیں خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے ساتھ خاص ہیں، غیر اللہ کے لیے ان چیزوں کو ثابت ماننا ہی شرک ہے، جس کا ارتکاب بعض لوگ جہالت کی بنا پر کر رہے ہیں اور بعض جانتے ہوئے بھی اس شرک میں مبتلا ہو رہے ہیں؛ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی حاجت روائی نہیں کر سکتا اور اللہ کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہیں کی جا سکتی؛ لیکن پھر بھی اولیاء اللہ کے مزاروں پر جاتے ہیں، سجدے، طواف کرتے ہیں، اور انہی سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑی خطرناک ہٹ دھرمی ہے، اسی ہٹ دھرمی نے لوگوں کو خدا سے موڑ کر اولیاء کا پجاری اور قبر پرست بنا دیا ہے۔

کوئی بھی مسلمان ہو، اس کے دل کی گہرائیوں میں توحید کی شہادت ضرور موجود

ہوتی ہے، اسلام کی بنیاد ہی عقیدۂ توحید پر قائم ہوئی ہے، وہ مسلمان ہی نہیں ہے جو عقیدۂ توحید کا قائل نہ ہو، اُمیدوں کے سہارے جب بھی ٹوٹنے لگتے ہیں تو ہر مسلمان کا دل اندر سے خود ہی گواہی دیتا ہے کہ اس کائنات کا جو اصلی مالک (خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ) ہے، اسی کی مدد سے ہماری بگڑی بن سکتی ہے؛ لیکن مصیبت یہ ہے کہ جب بگڑی بن جاتی ہے تو اس کو دوسرے لوگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ مصیبت فلاں پیر صاحب کے صدقے میں یا ان کے طفیل میں ٹل گئی ہے، اور پھر ان کی قبروں پر خوب نذرونیاز اور طرح طرح کی چیزیں چڑھائی جاتی ہیں، یہی چیزیں آگے چل کر میلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ آخر یہ بات کس دلیل سے ثابت ہوئی کہ مصیبتیں اللہ نہیں ٹالتا، بلکہ اولیاء اللہ، پیروں، ان کے مزاروں اور ان کے آستانوں کے صدقے سے ٹلتی ہیں؟ کیا عقل اس کی شہادت دیتی ہے؟ کیا قرآنِ کریم میں اس کی کوئی دلیل موجود ہے؟ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے؟ آخر ہم کب تک اس گمراہی میں پڑے رہیں گے؟ کب تک خدا کو چھوڑ کر اولیاء کے پجاری اور قبر پرست بنے رہیں گے؟ کب تک اس دین کے ساتھ کھلواڑ کرتے رہیں گے؟

ہمیں اپنے عقیدوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے، اگر ہمارے عقیدے درست ہوئے تو ہماری دنیا و آخرت درست ہو جائے گی، اگر عقیدوں میں ہی فساد رہا تو دنیا بھی برباد ہوگی اور آخرت میں بھی ناکامی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

اسلام ایک دینِ فطرت ہے، ہمارا دین کتابی ہے، رواجی نہیں ہے، ہم کتاب و سنت کے محتاج ہیں، معاشرتی اُمور اور رسوم و رواج سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، ہمیں دنیا کے رواجوں سے متأثر ہونے اور ان کو قبول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں

ہے؛ اسلام میں خدا تعالیٰ، انبیاء و رسل، صلحاء، علماء، بزرگانِ دین اور عام مومنین کا الگ الگ درجہ اور مقام و مرتبہ ہے، ہمیں ہر ایک کو اسی کے درجے اور مقام و مرتبے کے مطابق ماننا ہے، خدا کا جو مقام ہے، وہ کسی اور کا نہیں، انبیاء و رسل کا جو مرتبہ ہے وہ صلحاء کا نہیں، صلحاء اور بزرگانِ دین کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ عام مومنین کا نہیں؛ ہم صلحاء، بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کو ضرور مانیں، لیکن ان کے مقام و مرتبے کے مطابق ہی مانیں؛ ان کو ماننا ہے، ان سے مانگنا نہیں ہے، مانگنا صرف خدا ہی سے ہے۔ اور ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بارے میں اچھا گمان رکھیں، ان کے لیے بلندیٔ درجات کی دعا کریں، ان کے لیے ایصالِ ثواب کریں، ان کی زندگیوں کو اپنے لیے اسوہ اور نمونہ سمجھیں، اور کوشش کریں کہ جس طرح اولیاء اللہ اپنی زندگیاں عبادت و ریاضت، مطابقِ شریعت و سنت، دین کی فکر اور اس کی جدوجہد میں گزارتے ہیں، اسی طرح ہم بھی گزاریں۔ خدا تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ

”وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ“